123

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

تاریخ ابتدائے اشاعت ۲۸-۱۲-۱۸۹۷

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷

نرخ قیمت بہر حال پیشگی لی جائیگی

(۱) عوام سے ۔/۳
(۲) خواص سے ۔/۵
(۳) ہندوستان سے باہر سے
(۴) غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے ۔/۱۲

نمبر ۲۲ | قادیان دار الامان ۲۱ جون ۱۹۰۹ء مطابق ۲۵ جمادی اول ۱۳۲۷ھ | جلد ۱۳

ترجمۃ القرآن

اے بیخبر بخدمت قرآں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

قرآن مجید کے مطالب اور معانی کو آسانی سے سمجھانے کے لئے یہ ترجمۃ القرآن کا سلسلہ جاری کیا ہے اور یہ التزام کیا گیا ہے کہ ہر مہینے کم از کم ایک بار ضرور شائع ہو جاوے۔ متن کے نیچے سلیس اردو ترجمہ دیا ہے۔ اور ترجمہ ایسا معنی خیز ہے کہ معمولی اردو خوان بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ حاشیہ میں تفسیری نوٹ ہیں جن سے قرآن شریف کی عظمت اور دلائل ثبوت کو پیش کرنا مقصود رکھا ہے۔ حقایق و معارف قرآنی کو ایسے طور پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ موجودہ زمانہ کے فلسفی اور سائنس دان بھی مزا اٹھائیں۔ ترجمہ اور نوٹوں میں حضرت خلیفۃ المسیح کے درس قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود کی تصانیف کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اس وقت تک تین پارے شائع ہو چکے ہیں۔ قیمت ہر سہ پارہ ۔۔۔ تفسیر سورہ بقرہ مکمل تین روپیہ چار آنے

تصوف کا خزانہ معرفت اور حقایق کا گنجینہ

مکتوبات احمدیہ جلد اول۔

حضرت حجۃ اللہ جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چھبیس ۲۶ سال پیشتر کے عجیب و غریب مکتوبات کا مجموعہ جو نہایت محنت اور کوشش سے جمع کر کے چھاپے گئے ہیں۔ یہ مکتوبات بڑے بڑے عظیم الشان مسائل تصوف کا حل اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک سیرۃ کے آئینہ ہیں۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی ان کو پڑھے اور گرویدہ نہ ہو جائے۔ یہ مجموعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور موتیوں کے برابر تولنے میں بھی سستا ہے۔ باایں قیمت صرف ۸/ مجلد

دوسری جلد میں حضرت خلیفۃ المسیح رضی کے مکتوبات طبع ہوں گے اور بحمد للہ کہ میرے پاس وہ سامان جمع ہے۔

تمام درخواستیں یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم کے نام آنی چاہئیں

مطبع انوار احمدیہ سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپ کر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آریہ شدھی یعنی نومسلموں کا ارتداد

ہند کے ہندو مسلمانوں کی مردم شماری کے تناسب کا سوال کئی مرتبہ ملک کے اہل الرائے اشخاص کو اس طرف متوجہ کر چکا ہے۔ کہ ہندوستان کے خاکروب۔ چمار۔ پہاڑی ڈومڑے اور اسی قسم کی ریزہ اقوام جن کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ ہندوؤں کے شمار میں داخل ہو کر اُن کی تعداد کو بہت زیادہ دکھاتی ہیں۔ ورنہ اگر ہندوؤں کی برہمن۔ چھتری۔ ویش وغیرہ چند قوموں کو جن پر ہندو ہونے کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ لیا جائے تو ہندوؤں کی تعداد اس ملک میں بہت ... مسلمانوں سے بہت ہی کم نکلے۔ ریزہ اقوام کا در اصل کوئی مذہب ہی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو اس کی کوئی دلیل ہی نہیں۔ کہ ان کو ہندوؤں میں شمار کیا جائے۔ ایک معمولی ہندو بھی (آریہ سماج کا حال معلوم نہیں) کسی چمار۔ یا چوہڑے کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھا سکتا۔ اس چھوت چھات ہی نے گویا ہندوؤں کی قومیت اور شیرازہ کو مضبوط کر رکھا ہے۔ لیکن مسلمانوں میں ایک سید اور ایک غلام۔ ایک بادشاہ۔ اور ایک چوکیدار ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے اور ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ پس مسلمانوں کی تعداد میں کوئی بھی ایسی قوم شامل نہیں۔ جس کو یہ کہا جائے۔ کہ در حقیقت یہ مسلمان نہیں ہے۔ اور زبردستی شامل کر کے مسلمانوں کی تعداد بڑھائی گئی ہے۔ ہندوؤں کی مردم شماری میں آدھے سے زیادہ ایسے لوگوں کی تعداد ہے۔ جو نہ خود ہندو کہلانے کو پسند کرتے ہیں۔ نہ در حقیقت وہ ہندو ہیں۔ یا ایسے کہ جن کو شریف ہندو ہرگز ہندو نہیں کہتے۔ اور نہ اُن کو کسی طرح اپنا ہمقوم اور ہمدین سمجھتے ہیں۔ نہ اُن کے ہاتھ کا پانی پیتے ہیں نہ کھانا کھاتے ہیں۔ نہ اُن سے بیاہ شادی کرتے ہیں نہ مجلس میں اُن کو اپنے برابر بٹھا سکتے ہیں۔ مردم شماری کے تناسب کو چونکہ گورنمنٹ سے رعایات حاصل کرنے میں بڑا دخل ہے۔ اس لئے ہندوؤں نے مردم شماری میں ان ریزہ اقوام کی شرکت کو ایک نعمت عظمےٰ سمجھ کر خموشی اختیار کی۔ خیر یہ کوئی آج کی بات نہیں۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس غلط فہمی کی عمر تو اب سیکڑوں برس کی ہو چکی۔ مثل مشہور ہے۔

مرد چوں پیر شود حرص جواں میگردد

آریوں کے فرقہ نے (بقول خود) کئی ارب برس پورانے مذہب کی بوسیدہ ہڈیوں میں جس طرح روح پھونکنی اور نیوگ وغیرہ مخرب اخلاق باتوں کی اشاعت کرنی شروع کی ہے۔ اسی طرح انہوں نے مذکورۃ الصدر ریزہ اقوام پر قبضہ نہ کر کے اور بھی آگے ہاتھ پاؤں پھیلانے شروع کئے ہیں۔ آج تک کوئی مورخ نہ اس بات کو ثابت کر سکا ہے۔ نہ ثابت کر سکے گا۔ کہ کوئی شریف ہندو زبردستی ظلم و ستم سے یا لالچ سے مسلمان کیا گیا ہو۔ ہاں! اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ہزاروں لاکھوں ہندوؤں کے خاندان اپنے آبائی مذہب بت پرستی کو چھوڑ کر مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن ایسے نومسلموں میں زیادہ تر شریف ہندوؤں کی تعداد تھی۔ جو احقاق حق کے بعد کسی برادری اور قوم کی پرواہ نہ کر کے راستی اور صراط مستقیم کے عاشق بن کر مسلمان ہو گئے۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہندوؤں میں جسقدر شریف الطبع اور فطرتاً بہادر لوگ تھے۔ وہ اکثر مسلمان ہی ہو گئے تھے۔ ایک بزدل اور نامرد انسان جس طرح احقاق حق کے بعد بھی حق کو قبول نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایک بہادر اور شریف آدمی کسی لالچ اور کسی زبردستی سے حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف نہیں جا سکتا۔ بہت ہی تھوڑے معدودے چند ایسے بھی تھے جو اپنے اولوالعزم اور نامور ہندو سرداروں کو .... مسلمان ہوتا ہوا دیکھ کر تقلیدی طور پر مسلمان ہو گئے تھے۔ اور یہ سب بزدل اور رذیل قوموں سے تھے۔ پس یہ بات اب بڑی آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ کہ نومسلموں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو شریف اور بہادر جو احقاق حق کے بعد مسلمان ہوئے۔ دوسرے رذیل اور بزدل جو کسی لالچ یا خوشامد سے بلا تحقیق مسلمان ہوئے۔ اس دوسری قسم کے نومسلموں کی تعداد بہت ہی قلیل اور ناقابل التفات ہے۔ اب آریہ صاحبان نے اُن ریزہ اقوام کے مذکورۃ الصدر عظیم الشان اتفاقی فائدہ پر قناعت نہ کر کے ان رذیل نومسلموں کو بھی پھیر واپس کرنے کی کوشش شروع کی ہے۔ تاکہ ہندوؤں کی مردم شماری ..... اور بھی کسی قدر زیادہ ظاہر ہو۔ میرا یہ کہنا کہ رذیل نومسلم ہی مرتد ہو سکتے ہیں۔ اس لئے بھی صحیح ہے۔ کہ ہندو اخباروں میں ان مرتد ہونے والے نومسلموں کا ذکر جب کیا جاتا ہے۔ تو بڑے شد و مد کے ساتھ اس بات کو بھی نمایاں طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان کے باپ داددں کو زبردستی مسلمانوں نے مسلمان بنا لیا تھا۔ یہ بات تو غلط ہے کہ کسی مسلمان نے اُن کو زبردستی مسلمان بنایا ہو۔ کیونکہ آج تک اس کے متعلق کوئی ثبوت دستیاب نہیں ہوا۔ لیکن ان مرتدوں کا خود اپنے باپ دادوں کو رذیل اور بزدل ثابت کرنا مجھ کو یا میرے ہمخیالوں کو بار ثبوت ضرور سبکدوش کر دیتا ہے۔ یہ کاش یانی [illegible] اجواج کی اشاعت میں لکھا ہے کہ [illegible] راجپوت پریواروں کے پریوار اسلامی رسم و رواج کو خیرباد کہکر اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کے ساتھ بغلگیر ہو رہے ہیں۔ اور لطف یہ کہ کوئی چوں تک نہیں کرتا شدھی کے بعد جب کھانا ہوتا ہے تو ہزاروں اس میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ تعلقات صرف کھان پان تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ رشتے ناطے بھی ہو رہے ہیں۔ یہ کاش کے اس بیان سے یہ بھی شبہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ رشتے ناطے والی بات ہی چلتا ہوا جادو نہ ہو۔ کیونکہ آجکل روحانیت کی کمی عیش و عشرت اور شہوت انگیزی کے وسائل کی کثرت۔ مذہب سے ناواقفیت جس طرح بہت سے دنیا کے کتوں کو مرتد بنا کر میدان

بنا چکی ہے۔ اسی طرح آریہ لیڈیوں کا حسن بھی زنجیر پا ہونے کے لئے کچھ کم نہیں ہے۔ پھر پرکاش خود کہتا ہے کہ لالہ مہاشہ دھرم پال کو آریہ سماج میں آنے سے جو مالی فائدہ ہوا ہے۔ اُس کو دیکھ کر کئی شخصوں کے مُنہ میں پانی بھر آیا ہے۔ کوئی بھائی یہ نہ سمجھے کہ جو کچھ ہم لکھ رہے ہیں۔ یہ محض شنید پر لکھ رہے ہیں نہیں بلکہ ہمارا یہ خیال ذاتی تجربہ کی بنا پر ہے۔

اب تو صاف طور پر ظاہر ہو گیا۔ کہ اس ارتداد کو رذیل نو مسلموں کے افلاس اور آریوں کے تموّل سے خاص تعلق ہے۔ اس ارتداد پر سب سے زیادہ روشنی ڈالنے والی باتیں یہ ہیں۔ کہ جو اشخاص مرتد ہوتے ہیں۔ وہ اکثر مفلس اور قحط زدہ ہوتے ہیں۔ نوجوان اور شادی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اُن میں کوئی مذہب اسلام سے واقف اور قرآن شریف کا سمجھنے والا نہیں ہوتا۔ محض جاہل ہوتے ہیں۔ اگر اس ارتداد یا شدھی کے یہ معنی ہوتے۔ کہ اسلام کوئی ناقابلِ قبول مذہب ہے۔ اور آریہ مذہب کی صداقت نے اپنی طرف کھینچا ہے۔ تو چاہیے تھا کہ اسلام کی ترک کرنے والی قوموں میں ایسے شخصوں کی تعداد زیادہ ہوتی جو پڑھے لکھے اور دونوں مذہبوں سے بقدر ضرورت واقف ہوتے۔ حالانکہ اس کے خلاف مرتد ہونے والے قریباً تمام جاہل کاشتکار روحانیت سے بے تعلق۔ اسلام اور خدا اور رسول سے ناآشنا گنوار ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں سے مفسد اور غیر ضروری اجزا اور سڑے ہوئے فضلات علیحدہ ہو ہو کر اسلام کو ردی مادوں سے پاک و صاف بنا رہے ہیں۔ آریہ صاحبان اگر اپنی کامیابیوں پر خوش ہیں۔ تو ہوں آریہ سماج کی عمارتیں بوسیدگی اور شکستگی کے علامات ظاہر ہونے لگے ہیں۔ یہ باطل زیادہ دیر تک حق کا مقابلہ نہ کر سکیگا۔ آریہ سماج کی پست اخلاقی مادہ پرستی اور روحانیت سے دوری خدا شناسی سے مہجوری عام طور پر ظاہر ہو چکی ہے۔ اور اس ایجی ٹیشن اور باغیانہ طرز عمل نے تو آریوں کو بے وفا اور محض پولیٹیکل گروہ ثابت کرنے میں کوئی کمی کی ہی نہیں۔

دُنیا پرستی کا ثبوت تو خود پرکاش کے الفاظ سے اس طرح ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک عیسائی عورت مس فارسٹر ٹامسن کے آریہ بننے کا حال لکھتا ہوا کہتا ہے کہ وہ بہار کے ایک جاگیردار راجہ ٹکاری ایک یورپین فیشن کے دلدادہ رئیس ہیں۔ سر سے لیکر پاؤں تک یورپین لباس سے ملبس رہتے ہیں۔ انہیں خواہش پیدا ہوئی۔ کہ کسی طرح کوئی یورپین بیوی حاصل کی جاوے۔ اتنی جرأت نہ تھی۔ کہ یورپین بیوی کو ہی گھر میں رکھ لیں۔ آریہ سماج لکھنؤ کو پندرہ سو روپیہ رشوت دے کر آشیرباد لے لی۔ ہم حیران ہیں۔ کہ آریہ سماج لکھنؤ نے ان کے وواہ میں کس طرح حصّہ لیا۔ جبکہ اُس کے عہدہ دار جانتے تھے۔ کہ راجہ ٹکاری کی ایک استری پہلے موجود ہے۔ اور اُس کو چھوڑ کر وہ یورپین بیوی کرنے لگے ہیں۔ کیا آریہ سماج لکھنؤ نے پندرہ سو روپیہ کی خاطر اس اودیک وواہ کے موقعہ پر وید منتر پڑھ کر اُن کا نرادر نہیں کیا؟ اب آریوں کے مشہور و معزز اخبار پرکاش کے اس بیان کے بعد مطلق ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ اس مضمون کو زیادہ طول دیکر مفصل و مشرح کیا جائے۔ ناظرین خود ہی بہت سے نتائج نکال سکتے ہیں۔

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی

اخبار **ہندوستان** لکھتا ہے۔

"مہاشہ دھرم پال جی نے ڈاکٹر چرنجیو صاحب پریذیڈنٹ آریہ سماج لاہور و سکرٹری شرومنی آریہ پرتی ندہی سبھا پر جو بیشمار الزامات طوفان وغیرہ میں بدچلنی اور آریہ سماج میں و آریہ پرتی ندہی سبھا میں ان کو برباد کرنے کی نیت سے داخل ہونے وغیرہ وغیرہ کے لگائے ہیں ان کی نسبت کمیشن بیٹھنے کی تجویز ہو گئی ہے۔ اگرچہ پہلے سماج اور پرتی ندہی سبھا کی انترنگ سبھا نے ڈاکٹر صاحب کا استعفا منظور نہیں کیا تھا لیکن اب استعفا منظور کرتے ہیں اب ان کی بجائے لاہور آریہ سماج کے پردھان شریمان دیوک دھرم سے سچے حقیقی ماسٹر درگا پرشاد جی مقرر کئے گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں لالہ لالہ رادھا کشن سکرٹری آریہ سماج لاہور کا بھی استعفا منظور کیا گیا ہے۔ اور ان کی بجائے لالہ روشن لال جی مقرر ہوئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں شریمان لالہ سندر داس جی اوپ پردھان آریہ سماج لاہور مقرر ہوئے ہیں۔ آریہ پرتی ندہی سبھا میں ڈاکٹر چرنجیو صاحب کا استعفا منظور ہونے پر شریمان ڈاکٹر پرمانند جی نے جو آریہ سماج ہائے پنجاب کے مسلمہ لیڈر ہیں۔ اور سبھا موصوف کے اوپ پردھان ہیں۔ سکرٹری سبھا کا کام کرنا بھی منظور فرمایا ہے۔"

ممکن ہے۔ کہ اس اتنے بڑے تغیر و تبدل کا باعث نہایت ہی عجیب و غریب اور دلچسپ واقعات ہوں۔ اور مختون آریہ کی کارستانیاں آریہ سماج کے لئے نتیجہ خیز ثابت ہوں۔

بھائی محمود صاحب جو شریف الطبع شریف القوم ہونے کے علاوہ اپنے زہد و اتقا میں ایک ممتاز شخص ہیں۔ ذیل کا خط بھیجکر الحکم کی خریداری منظور فرماتے ہیں۔ یہ خط صرف اس وجہ سے درج اخبار کیا جاتا ہے۔ کہ بھائی محمود صاحب جو بکثرت دولت مکالمہ الٰہیہ سے مشرف انسان ہیں۔ اس لئے اُن کی یہ تحریر الحکم کے لئے دستاویز عزت ہو سکتی ہے اُن کا خط یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت شیخ صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کچھ دن گذرے ہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مسلمان کوئی اخبار پڑھ رہا ہے۔ اخبار کا نام مجھ کو یاد نہیں رہا۔ مگر پاس ہی ایک ہندو تھا۔ وہ اُس مسلمان کو کہتا ہے

کہ تم اخبار الحکم پڑھا ہو بلحاظ اس کے مضامین مثل تلوار کے چلتے ہیں ہمارے ہندو کا نام غالباً سوہن لال تھا۔ مجھے اسی روز سے اخبار خریدنے کا شوق ہے امید ہے۔ انشاء اللہ العزیز بعد از منظوری خریداری میں شامل ہو جاؤں۔ خدا کرے دیگر احباب کو بھی اس کی اشاعت میں مدد دے۔ والسلام

راقم

محمود احمد ڈسپنسری صدر انجمن احمدیہ قادیان

۱۹- جون ۱۹۱۸ء

دارالامان کا ہفتہ

——حضور امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں کو مطمئن و مسرور رہنا چاہیئے کہ اُن کا آقا صحت و تندرستی کے ساتھ اپنے بابرکت اشغال میں مصروف ہے۔ اور اپنے انفاس قدسیہ سے تاریکیٔ جہل کو دور اور ظلمت ضلالت کو مبدّل بہ نور کر رہا ہے۔

——حضرت ام المومنین مع جمیع اہل بیت سادات الحمد للہ بخیریت اور اپنے خدام کے لئے دعاؤں میں مصروف ہیں۔

——حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے دینی خدمات کے لئے مع چند احباب کے باہر تشریف لے گئے ہیں۔ خدا اُن کو مظفر و منصور اور کامیاب و بامراد واپس لائے۔ آمین!

——یہاں دارالامان میں عرصہ سے لڑکیوں کا مدرسہ جاری ہے۔ اب اُس کی ہیڈ مسٹرس اہلیہ اکمل مقرر ہوئی ہیں۔ اور قوی امید ہے کہ اہلیہ اکمل کی مبارک کوششیں ہماری بچیوں کے لئے ازبس مفید ثابت ہونگی۔

——اس ہفتہ میں سیالکوٹ۔ راولپنڈی۔ بہاولپور وغیرہ اکثر مقامات سے بہت سے بھائی حضرت امیر المومنین کے انفاس قدسیہ سے فیضیاب ہونے کے لئے وارد دارالامان ہوئے۔

——حضرت مولانا حکیم فضل الدین صاحب علیل ہیں۔ اس قیمتی وجود کی صحت و سلامتی کے لئے احباب درد دل سے دعا کریں۔ منشی نعمت اللہ خانصاحب مضطر بھی علیل ہیں۔ اُن کے لئے بھی ضرور دعا کریں۔

——بورڈنگ ہوس میں بچوں کی صحت اور عام حالات قابل اطمینان ہے۔ احباب مطمئن رہیں۔ تمام بچے حسب دستور قدیم درس کلام اللہ میں شریک ہوتے ہیں۔

——مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی اسکول اور مدرسہ دینیات کے اساتذہ سرگرمی کے ساتھ اپنی ڈیوٹیاں انجام دے رہے ہیں۔

——**مبارک باشد**۔ جبکہ آفتاب برج ثور سے نکل کر جوزا میں داخل ہو رہا تھا۔ مشتری برج اسد میں۔ مریخ برج دلو میں۔ زہرہ آفتاب کے ہمراہ رکاب برج جوزا میں۔ عطارد آفتاب کے پیچھے بطریق مشایعت مجمع ثور میں تھا۔ اور زحل کو مچھلی نگل گئی تھی یعنی وہ برج حوت میں تھا۔ اس وقت ۱۳ و ۱۴ جون کی درمیانی شب میں حضرت مکرمی مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر کو خدا تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا۔ خدا تعالیٰ اس مولود مسعود کو خیر و خوبی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور دین کا خادم بنائے۔ آمین! حضور امیر المومنین نے عبد المومن نام رکھا ہے۔

——احقر اکبر نجیب آبادی اپنی کثیر الاشغالی اور کم فرصتی کو سفارشی بنا کر ان احباب سے عفو تقصیرات کا خواہاں ہے۔ جن کو خطوط کا جواب دو ہفتہ عشرہ سے نہیں دے سکا۔ مدرسہ کے پورے وقت میں دماغی کام کرنے کے علاوہ چھوٹی اور بڑی مسجد کے دونوں درس اٹینڈ کرتا ہے۔ اس کے بعد پھر دن کے وقتوں میں کوئی وقت اطمینان سے کام کرنے کا باقی نہیں رہتا۔ اب مزید برآں مکرمی حضرت عرفانی کی تشریف آوری کے چند منٹ الحکم کے لئے بھی ہدیۃً پیش کرنے پڑتے ہیں۔ اور یہ وہی چند منٹ ہیں جن میں احباب سے نصف الملاقات کا لطف اُٹھایا جاتا تھا۔

ایک اور خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً

۲۴ مئی کے پرچہ کو پڑھ کر درد اور جوش پیدا ہوا۔ اگرچہ اللہ بدی تھا نہ اہل قلم نہ اہل الرائے اور نہ ہی بدقسمتی سے خریدار رہا ہوں مگر احمدی ہوں تو خاموش کس طرح سے رہا جا سکتا۔ آپ کے صدق و صفا سے تو کل بحمد اللہ غرض ہر ایک واقف احمدی قوم قدر کرتی ہے۔ آپ کی ہمہ گیر ایک بلند ہمت والی طبیعت کے نتائج سے خاص کر آنیوالی امت ممنون اور رہین منت ہوگی بحث مجمل ضبط ہے سو میرے خیال میں حسب ذیل امورات کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ اخبار کا وقت پر شائع ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں بلکہ اگر اس کے معنوں میں ڈال دیا جاوے۔
۲۔ ہر ایک پرچہ کے نکلنے میں اگر اہتمام کی شان اس میں نہ پائی جاوے تو پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ فلاں اخبار اہتمام سے شائع ہوتا ہے۔
۳۔ اخبار میں زمانہ کے عام مذاق کا خیال ضروری ہے۔ اخبار میں صفحہ آدھا صفحہ اور وہ بھی گاہے گاہے سود او مضر ہوتا ہے تا کس آف دی ڈے جامعیت اور وضاحت کے بعد ضروری ہے پھر اُس وقت جبکہ ہمارے نقطۂ خیال کا اظہار صرف ان ہی پرچوں پر ہی منحصر ہے۔
۴۔ بوجوہ کمیلیٹی کے مشکلات اور محدود سرکولیشن کے تناسب قیمت کا سوال بھی ضرور مدنظر ہو۔ ریڈنگ میٹر کی کیفیت اور کمیت کے ساتھ اس کے بلاک اور سائز کا خیال ضروری ہے۔ اخبار کے صفحات کم از کم ۱۲ ہوں اس میں ریڈنگ میٹر اتنا بھرا جا سکتا ہے کہ شائق طبیعتیں اکتا جاویں۔ اگر ورک نوٹ اس میں بڑھائے جاویں تو وہ علاوہ ہوں اور اُن کا چارج بھی علاوہ یا شامل ہوں تو چارج علاوہ نہ ہو۔

غالباً عام شکایات کو میں نے اپنے علم کے مطابق اکٹھا کر دیا ہے مجھے آپ کی مشکلات پر بھی نظر ہے تاہم کوشش کی جاوے کہ یہ قریباً رفع ہوں۔ مجھے اخبار نویسی کا تجربہ نہیں درد دل نے مجبور کیا۔ کہ مبادا ہمارے کسی کام میں

قرآن شریف ہی پر عمل کرنے سے دینی و دنیوی ترقی حاصل ہو سکتی ہے

اس مضمون کی اشاعت شاید اسلیئے اور بھی مفید ثابت ہو کہ یہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ایک جونیئر اسپیشل کلاس کے طالب علم نے لکھا ہے ناظرین غور فرماویں کہ ان بچوں کی حالت کیا اسی قسم کی ہے جیسی کہ عام اسکولوں کے طالب علموں کی دیکھی جاتی ہے یا انکی باتوں اور انکے خیالات میں کسی غیر معمولی نفع کے پہونچنے کا پتہ چلتا ہے؟ یہ مضمون اس بچے نے دسمبر کے سالانہ جلسہ پر لکھا تھا جو اس نے سنا ہے کہ ہندوستانی انجمن کے قیام گاہ کے کمرہ میں انچارج مولوی احمد حسن صاحب مدرس ضلع مظفرگڑھ کی موجودگی میں بہت سے حاضرین مجمع کو سنایا تھا۔

دنیا میں کوئی آدمی بھی ایسا نہیں مل سکتا کہ جس کی روح میں راحت کی طلب اور تکلیف سے نفرت نہ ہو تمام مذاہب اور دنیا کے تمام علوم کا ماحصل یہی ہے کہ روح کو کسی طرح راحت ملے ایک مزدور دن بھر شاقہ محنت صرف اسوجہ سے برداشت کرتا ہے کہ شام کو مزدوری ملیگی اور اسکو فاقہ کی تکلیف سے بچا کر راحت پہونچائیگی طالب علم پڑھنے میں اسلیئے محنت کرتا ہے کہ اسکو اسکے عوض کسی دن ایک سند حاصل کرنیکی خوشی حاصل ہوگی ایک چور جو رات کی تاریک اور سنسان گھڑیوں میں نقب زنی کی محنت کرتا ہے محض اسلیئے کہ مال ہاتھ آوے اور راحت حاصل ہو ایک بد نشہ باز بھی راحت کا خواستگار ہے اور ایک نمازی بھی فرق صرف اسقدر ہے کہ اس رند نے دم بقدر راحت کے آگے اس نہایت سخت تکلیف کی پرواہ نہ کی جو اسکی پاداش میں اسکو دنیا اور آخرت میں بھگتنی پڑیگی لیکن اس نمازی نے تہجد کے لیئے اور سردی کی راتوں میں نرم نرم اور گرم گرم بستر سے اٹھکر مصلے پر یاد الٰہی میں مشغول ہونیکی تکلیف بخوشی اسلیئے گوارا کی کہ دنیا اور آخرت میں اسکے صلہ میں اعلیٰ درجہ کی راحت حاصل ہوگی غرضیکہ انسانی فطرتیں خود پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ راحت حاصل کرنیکے لیئے سعی حاصل کرو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انسان میں طلب راحت کی کوشش کے طریقوں کا علم فطرتی اور پیدائشی نہیں ہے ایک بچہ مصری اور سنکھیے کے لینے کی یکساں کوشش کرتا ہے اور عقیق اور انگارے پر یکساں ہاتھ چلاتا ہے بخلاف اسکے کہ ایک عقلمند آدمی مچھلی کو پکڑتا ہے اور سانپ سے اپنے آپ کو بچاتا ہے معلوم ہوا کہ انسان کی بعض کوششیں بجائے راحت و آرام کے الٹی تکلیف پہونچاتی ہیں اسکی طرف خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وجوہ یومئذ خاشعة عاملة ناصبة تصلی نارا حامیة پھر دوسرے لوگوں کی نسبت جنکی کوششیں صحیح نتائج پیدا کرتی ہیں فرماتا ہے۔ وجوہ یومئذ ناعمة لسعیها راضیة فی جنة عالیة لا تسمع فیها لاغیة فیها عین جاریة فیها سرر مرفوعة واکواب موضوعة ونمارق مصفوفة وزرابی مبثوثة۔ بات اصل میں یہ ہے کہ انسان میں عقل کا وجود علم کے بعد ہوتا ہے اور علم کا وجود حواس خمسہ ظاہری کے بعد پس معلوم ہوا کہ علم و عقل کا سنگ بنیاد حواس خمسہ ہیں ان حواس کا تعدد بھی اسبات کو ثابت کرتا ہے کہ انسان کی عقل ہرگز ہرگز عقل کامل اور انسان کا علم ہرگز ہرگز علم تام نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ان حواس خمسہ میں کمی بیشی یا تحت اضافہ ہو جاوے تو پھر انسان کا علم ضرور موجودہ علم سے بدیہی قسم کی ترقی کر سکیگا خلاصہ کلام یہ کہ انسان کے حواس کی تعداد اور محدود ہونا خود انسان کی عقل کو ناقص ثابت کر رہا ہے اور جو لازمی نتیجہ نکلتا ہے یہ ہے کہ راحت کی شناخت راحت کی طلب کے طریقے اور انکے لیئے محفوظ رہنے کے ذرائع انسان کو صرف اپنی عقل کی راہبری سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ عقل ایک نہایت قیمتی اور ضروری مشعل ہے ہم اس مشعل کو لیئے ہوئے رات کے وقت اس کی روشنی میں راستہ کی خندقوں کنوؤں اور جھاڑیوں سے بچتے ہوئے منزل مقصود تک پہونچ سکتے ہیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم راستہ اور رہبر کو چھوڑ کر اور منزل مقصود کا پتہ و نشان معلوم کیئے بدون تنہا اس مشعل کے ذریعہ سے منزل مقصود تک پہونچ سکیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان فی خلق السموٰت والارض و اختلاف اللیل والنهار لاٰیٰت لاولی الالباب یعنی آسمانوں کی بناوٹ اور زمین کی بناوٹ اور رات اور دن کا آگے پیچھے آنا دانشمند لوگوں کو اس اللہ کا صاف پتہ بتا دیتی ہیں جس کی طرف مذہب اسلام دعوت کرتا ہے اس آیت میں کتنا صاف حکم ہے کہ دانشمند لب عقلوں سے کام لیں لیکن اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ انسان خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں سے بے نیاز ہو جائے جب کہ عقل انسانی کی حقیقت صرف اسی قدر ہے جو ذکر ہو چکی۔ تو ضروری بات تھی کہ خدا تعالیٰ جس نے انسان کو اور اسکی تمام خواہشوں کو پیدا کیا ہے کوئی ایسا طریق بھی اسکو بتائے کہ جس سے یہ دھوکا نہ کھائے اور منزل مقصود تک بآسانی پہونچ جائے پس طریق کے بتانیکے لیئے خدا تعالیٰ نے انسان کو ان حواس کے علاوہ ایک اور طریق سے علم عطا کیا حواس ظاہری کے ذریعہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے اسکا تعلق تو دماغ سے ہے لیکن وہ طریق جو چھٹا حاسہ ہے ان حواس اور دماغ سے تعلق رکھنے والے علم کے علاوہ تعلیم کیا اسکو الہام اور وحی کہتے ہیں اور اسکا تعلق انسان کے قلب سے ہے اس قلب سے تعلق رکھنے والے علم کو علم روحانی اور دماغ سے تعلق رکھنے والے کو علم جسمانی کہنا بالکل مناسب ہوگا جس طرح علوم جسمانی کے لیئے بڑے بڑے عالموں کی کتابیں پڑھنے اور بڑے بڑے استادوں کا شاگرد بننے کی ضرورت ہے اسی طرح علوم روحانی کیلیئے بھی

عالم اور استاد اور مدرسہ مقرر ہیں ان عالموں اور استادوں کا نام پیغمبر رسول نبی امام مجدد وغیرہ ہوتا ہے اب ایک انسان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ سچے علوم جب کہ روحانی علوم ہی ہوتے ہیں تو اب ان استادوں سے راحت حقیقی اور راحت ابدی کے حاصل کرنیکے طریقے معلوم کرنے چاہئیں اسکے جواب میں سب سے بڑا استاد یعنی خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو سناتا ہے کہ تمہارا خدا فرماتا ہے الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ یہ کونسی راستہ بتانے والی کتاب ہے یہ وہی کتاب ہے جسکو آپ جانتے ہیں اور جس کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا یہ وہ کتاب ہے جس کی صفت ہے وهدى ورحمة لقوم يؤمنون اور جس کی شان ہے انہ لقول فصل وما هو بالهزل اور جس کی صفت ہے صحفا مطهرة فيها كتب قيمة اور جس کی شان ہے نورا مبینا اور جس کا مرتبہ ہے لا یمسہ الا المطہرون اور جس کے لئے خدا تعالےٰ فرماتا ہے نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یہی وہ خدا تعالےٰ کا بھیجا ہوا دستور العمل ہے جس کی پوری پوری پابندی کرنے سے عرب کے وحشی غیر متمدن اور جاہل بہائم صفت باشندے روم اور ایران کی شہنشاہیوں کو اپنے گھوڑوں کے پاؤں میں روندتے ہوئے اور قیصر و کسریٰ کے تاجوں کو اپنے پاؤں میں ٹھکراتے ہوئے چین اور کوہ الٹائی کے سلسلوں تک پہنچے ہیں۔ اور بحر ظلمات کے ساحل تک پچھم میں چلے گئے تھے اس قرآن شریف پر ہی عمل کرنے سے دنیا میں انکو یہ مرتبہ ملا کہ ساری دنیا اور دنیا کی ساری قومیں انکی غلام اور فرمانبردار بن گئیں اور آخر میں یہی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مرتبہ پالیا یہ وہی دستور العمل ہے کہ جس نے عرب کے وحشیوں کو دین و دنیا میں مظفر و منصور اور کامیاب بنادیا تھا۔

اس دستور العمل کا بھیجنے والا خدا بھی وہی خدا ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے تھا اور ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ رہے گا وہ خدا سچا خدا ہی رحیم و کریم خدا ہے اجر دینے والا خدا ہے وہ فرماتا ہے جو کوئی اسپر پورا پورا عامل ہوگا اسکو اپنے اس لاتبدیل قانون کے مطابق وہی اجر دونگا جو صحابہ کرام کو دیا تھا پس میرے نزدیک یہ بات ہر ایک عقلمند اور ذی ہوش کے لئے نہایت بدیہی ہے کہ سوائے قرآن کریم کے اور کوئی دستور العمل ایسا نہیں جو ہمکو دینی و دنیوی ترقی کے معراج پر پہونچا سکے والسلام ::

راقم

محمد یوسف جونیئر سپیشل کلاس ہائی سکول قادیان

ہمعصر وکیل رقمطراز ہے کہ میرٹھ میں نانک شاہی سکھوں کا ایک منڈل ہے جس کے متعلق ایک بڑی جائداد وقف ہے اور پورن اتل اسکا مہنت ہے یہ جاگیر شہنشاہ عالمگیر ثانی نے عطا کی تھی چنانچہ بادشاہ کا پروانہ اور سند جو ۱۱۶۷ھ کی ہے مہنت کے خاندان میں ابتک موجود ہے اور حال کے مقدمہ میں عدالت میں بھی اسکو پیش کیا گیا تھا اس سند کی رو سے موضع کنڈا نانک شاہی فقیروں اور انکی اولاد کو ہمیشہ کے لئے معافی میں دیا گیا ہے اور جاگیر آل تمغا میں انکا شمار ہے سابق مہنت کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر تھا کہ وقف سنگت ایک ٹرسٹ ہے مذہبی خیرات کی غرض سے قائم ہے اسکا انتظام ایک مہنت کے سپرد ہوتا ہے جسکو منڈل کی مرضی سے منتخب ہونا چاہیئے منڈل کو اختیار ہے کہ مہنت کو جب چاہے برطرف کرے موجودہ مہنت چونکہ بدوضعی کا ملزم ہے لہذا اسکی تولیت منڈل کی تحویل میں ہے مدعا علیہ کی طرف سے ان الزامات کی تردید میں جو جواب تحریری داخل ہوا اسمیں بیان تھا کہ سنگت خیراتی ٹرسٹ نہیں ہے بلکہ وہ بذات خاص جائداد کا مالک ہے اور اسکو اختیار حاصل ہے کہ اپنا چیلہ نامزد کرے منڈل کے فقیر کسی حالت میں اس سے تعرض نہیں کر سکتے۔ عدالت نے فیصلہ میں موجودہ مہنت کو بدمعاش اور غاصب قرار دیکر بجائے اسکے درشن داس کو منڈل دھاریوں کی متفقہ رائے سے مہنت مقرر کیا ان واقعات میں دو باتیں غور طلب ہیں (۱) مسلمانوں کی فیاضی کسی قوم اور مذہب سے مخصوص نہ تھی۔ ان کی سلطنت ہر قوم کے لئے باعث رحمت تھی اور ہر مذہب و فرقہ کے مستحقین ان کی احسان عام سے فیضیاب تھے سکھوں نے سلطنت مغلیہ کی مخالفت میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا ۱۱۶۷ھ کا وہ زمانہ ہے جبکہ سکھوں کی بغاوت و سرکشی حد کو پہنچ چکی تھی اور شہنشاہی گورنمنٹ کے خلاف معرکہ آرا ہو رہے تھے مسلمان اگر متعصب ہوتے تو کم از کم ایسے نازک وقت میں ایک باغی قوم کے افراد کے ساتھ ایسی فیاضی ہرگز نہ کرتے لیکن انکی سلطنت میں ایسی تنگ خیالی نہ تھی عیسائی اپنے دین پر تھے موسائی اپنے دین پر تھے۔ (۲) مسلمانوں کے بکثرت مذہبی اوقاف ایسے ہیں جن کے متولی جائداد وقف کو جاگیر خالصہ سمجھتے ہیں قومی و مذہبی فوائد میں کبھی انکی آمدنی خرچ نہیں ہوتی اہل ملک کا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ اس نظیر سے فائدہ اٹھا کر ایسے متولیوں کے خلاف چارہ جوئی کریں۔

انی مہین من اراد اہانتک

یہ الہام خدا کے برگزیدہ کے بعد بھی مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتا رہتا ہے آج ہی ایک واقعہ قابل گذارش ہے ایک حافظ صاحب جنکا پچھلے کسی اخبار میں بھی ذکر تھا کہ مولوی غلام احمد صاحب کے وارد ہوشیارپور ہونے پر جناب مسیح علیہ السلام کے حق میں زہر اگلا تھا۔ آج انکے دوستوں اور انکی جماعت کے آدمیوں کی طرف سے خط آیا کہ یہ شخص بڑا منافق ٹکڑگدا ہے اسکے پیچھے نہ نماز پڑھو اور نہ اسکو اپنے ساتھ

ملنے جلنے دو اور نہ انکو مسلمانوں کے جرگہ میں تصور کرو۔ اللہ کی شان ہے کہ لوگ پھر بھی باز نہیں آتے خدا انکو ہدایت دے۔

غلام مصطفےٰ ڈرائینگ ماسٹر گورنمنٹ اسکول

لنڈن ٹائمز کے خاص نامہ نگار مسٹر فیزر نے گوروکل کانگڑی کو مذہبی لباس میں پولیٹکل اغراض کا پورا کرنیوالا بتایا ہے وہ خیال نہیں کر سکتے کہ گوروکل میں سترہ سال کے سخت مطالعہ وتربیت کے بعد ہندوستانی نوجوان کستقدر خطرناک ہوجائیں گے اور گورنمنٹ کو خبردار کرتے ہیں کہ گوروکل کی طرف سے ہوشیار رہے جو آیندہ پولیٹکل خطرے کا باعث ثابت ہونیوالا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

بہنوں کو بیداری کی ترغیب

یقین ہے کہ ناظرین اپنی ایک والدہ محترمہ کا مضمون مندرجہ ذیل پڑھکر بہت کچھ ہدایت ونصیحت حاصل کرینگے اور اپنی مستورات کو ترغیب دینگے کہ وہ اپنے آپکو اس مبارک نمونہ کا ہمرنگ بنائیں اور خیالات وعقاید کی پاکیزگی کو ہیاتک پہنچائیں خدا کرے ہماری مائیں ہماری بہنیں ہماری بیویاں ہماری بیٹیاں اس بیدارکن آواز سے متاثر ہوں اور اس بے ثباتی عالم کو پیش نظر رکھکر ان عیوب سے بچیں جو جہالت اور دین کی ناواقفی سے ان کو لاحق ہوکر غافل بناتے اور پابندی صوم وصلوٰۃ سے ہی اکثر باز رکھتے ہیں یہ مضمون ہمیں ڈاک کے ذریعہ سے میسر ہوا ہے۔

اے میری معزز بہنو!

آپ کی یہ ایک ناچیز خادمہ کچھ کہنا چاہتی ہے براہ مہربانی ذرا غور سے سنیں والعصر ان الانسان لفی خسر یعنی قسم ہے عصر کی بیشک انسان نیچ گھاٹے کے ہے الا الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کئے نیک وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ایکدوسرے کو نصیحت کرتے ہیں حق کی اور ایکدوسرے کو نصیحت کرتے ہیں صبر کی خداتعالیٰ نے انسان کی زندگی کو عصر کے وقت کیسا تشبیہ دیا ہے اسی طرح وقت ہمارا گذرگیا عصر ہوگئی پھر ہمیں جتنا دنیا کی فانی چیزوں کا خیال ہوتا ہے کہ اب شام ہوچکی کھانا پکانا برتنا اور چراغ جلاؤ یا بستر اکرو۔ جس طرح عصر کے بعد کوئی وقت دن کا نہیں رہتا۔ یعنی شام ہوجاتی ہے ہم بھی جب عصر ہوجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ او ہو عصر ہوگئی ہمارا کام بگڑ گیا اور کام گھر کا پورا نہ ہوا اب اے محترم خاتونو! اسی طرح ہماری زندگی کا زمانہ ختم ہونے پر ہے بچپن سے ہمیں جوانی آئی اور اب جوانی سے بھی ہم جدا ہو رہے ہیں کیونکہ میری جیسی مشہور ہے ہم ۲۰ سے بھی کہیں آگے نکل گئے ہیں۔ غرضیکہ موت اب بہت قریب آگئی بلکہ سامنے سے جھانک رہی ہے اب ہمارے سیکھنے کا زمانہ اور کب آویگا۔ اب ذرا اٹھو اور غور کرو۔ کہ ہمارے نبی کریم کی شریعت سے بڑھکر کوئی اور شریعت آوے گی یا ہمارے امام حضرت مسیح الزمان سے بڑھکر کوئی اور امام آوے اگر امام آوینگے تو ہمیں کیا ہمارے وقت کے امام تو وہی تھے جو دنیا سے گذر گئے اور ہم ابھی لحافوں میں پڑی ہیں ابھی تو دن چڑھ رہا ہے نہیں بہنو! اب ہماری زندگی کے چراغ کا تیل بہت تھوڑا رہ گیا ہے عنقریب گل ہونیوالا ہے

نہیں بہنو! اب ہماری زندگی کے چراغ کا تیل بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ عنقریب گل ہونیوالا ہے ہمارا حال تو ناقص العقل ہے اپر کچھ ہماریاں بچے بچی کی پرورش پھر گھر کے کام پھر ہماری سستیاں۔ اس غم سے کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ ہمارا کیا انجام ہوگا۔ کیا ہی وہ پاک بابرکت وقت تھا جس میں ہمارے امام حضرت اقدس مرزا صاحب خدا کے فرستادہ نبی موجود تھے ہم نے اسوقت کی قدر نہ کی کچھ اس سفر کی تیاری کا سامان نہ کیا افسوس ایسے امام کی قدر ہم نے نہ کی اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت خیر اب بھی وقت ہے خلیفۃ المسیح کا زمانہ ہے اب بھی دنیا کو کم کریں اور اس راستباز خلیفہ کی پاک زبان سے سنیں اور عمل کریں دیکھو تم روز کیسے کیسے لطیف وعجائب زمانہ وعظ وقرآن شریف کے نکات سنتی ہو ہم کو چاہیئے کہ اب اپنی بہتری کیواسطے بھی سامان بنوائیں۔ اور اسی لیئے یہ جلسہ مستورات قایم ہوا ہے کہ وہ وقت قریب تر ہے کہ ہم اس جہان سے گذرنیوالی ہیں تو کیوں نہ پہلے ہی سے اپنے نیکنام کا سامان کرلیں کیونکہ مرے پیچھے کوئی یادگار سوا نیکنام کے پایدار نہیں ہوتی۔ پس کوشش کرو کہ تم دین ودنیا میں عزت پانیکے لائق ہوجاؤ۔

آخیر میں میں بحیثیت صدر جلسہ ہونیکے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کرے اور ارادوں میں برکت عطا فرماوے والسلام۔

والدہ عبدالحی از قادیان

ہماری اخبار کے کاتب منشی گلزار حسین صاحب کو خداتعالےٰ نے آج فرزند نرینہ عطا فرمایا۔ احباب دعا کریں کہ اس بچہ کو اللہ تعالیٰ سعید اور پاکباز بنائے۔ آمین

شیخ محمد اسمٰعیل سرساوی مہاجر۔

آریہ سماج کی تعلیم کا عبرتناک نظارہ

(ایک سماجی کی قلم سے)

ذیل میں ایک سماجی ماہوار رسالہ سے جو لاہور سے شائع ہوتا ہے ایک مضمون کا اقتباس ناظرین کے معائنہ کے لئے درج کرتے ہیں جس سے سماج کا اندرونی اخلاقی معیار اس درجہ تک گرا ہوا ہے جیسا کہ سماجی رسالہ کے ایڈیٹر نے ظاہر کیا ہے تو ہمارے بھائیوں کو نہایت صبر اور استقلال سے ایسی خوفناک سوسائٹیوں کے انجام کا نظارہ دیکھنے کے لئے منتظر رہنا چاہیے۔ اور خدا کے پاک کلام کی اشاعت کی کوشش کرنی چاہیے۔ وہ مضمون یہ ہے

آریہ سماج میں خانہ جنگی کی تیاریاں

معلوم نہیں کہ آریہ سماج کی بنیاد کس برے وقت میں پڑی تھی کہ اس میں وقتاً فوقتاً خانہ جنگی کے شعلے زور شور کیساتھ بھڑک اٹھتے ہیں کسی زندہ سوسائٹی میں ایسی مناظرہ کا ہونا ناممکنات سے ہے مگر یہ کیا کہ آئے دن آپس میں ہی کھٹا پٹی ہوتی رہتی ہے۔ آریہ سماج نے جو چاہا کچھ کیا ہے۔ مگر ابتک اس کو زندہ دل آدمی پیدا کرنے میں سخت ناکامیابی ہوئی ہے۔ بڑا کوئی ناواقف رہا پیدا ہوتے ہوؤں کو اس نے اس بری طرح سے کچل ڈالا کہ وہ پھر سر اٹھانے کے قابل ہی نہ رہے اور سیتیاناس اپنے افراد کی تحریک سے تجویز نے زعیب سے سمت بڑھاتی ہیں۔ آریہ سماج نے رنگیلا پامال کر دینے کو ٹھان اٹھایا۔ ادھر منہ راج کو بے نقط سنائے گئے کہ شیطان کی روح بھی پناہ مانگنے لگی۔ مگر شکر ہے وہ زیج نکلے تاہم اب بھی انکی خیر لینے سے پرہیز نہیں کیا۔ دوسرا بلا نازل شدہ منشی رام کی گت بنائی اور گو وہ کانگرس ہی کے گروکل کے قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے مگر آریہ سماجیوں نے انکو سخت تنگ کر رکھا ہے یہاں تک کہ انکا نام ناک میں دم آگیا ہے بیچارے تنگ آمدہ سخت آمد کہیں کہیں کہانے کہیں اپنے آپکو ان لوگوں سے لیئے قربان کر رہے ہیں موصوف کے ناشکور اور احسان فراموش ہیں رلا رام الگ جھینک رہے ہیں رہے بٹھا گرو دت کا ناطقہ ہی بند کر دیا گیا مولراج کی درگت اسطرح اکھاڑی گئی کہ اب اس کے چھننے کی ذرا بھی امید نہیں درشنانند کو ایسا چاروں شانے چت گرا دیا کہ وہ بیچارا ہکا بکا ہو کر منہ دیکھتے ہیں گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل رام بھجت کی اخلاقی موت کا مرثیہ مدت ہوئی پڑھا گیا راجا رام بھی بے داغ نہیں چھوٹے لے پڑا رام تو میٹھی میٹھی ہوا کھاتے ہوئے (اس جہان سے) چلدیئے۔ فہرست لمبی چوڑی ہے کس کس کا نام لیں آریہ سماج کیا ہوا کالی کی کوٹھڑی ہوئی۔ جو آیا منہ میں کالخ لگا گیا یہ تماشے جو ہم مدت سے دیکھ رہے ہیں کیا سوامی دیانند نے اسی کام کے لئے سماج کی بنیاد رکھی تھی؟ یہ نظارے عام ہیں مگر اب جن لوگوں میں جنگ چھڑنے والی ہے وہ کچھ دم اور دم خم کے آدمی ہیں تماشا ہونیکو تماشہ کا مزہ خوب آئیگا مگر افسوس کس طرح ایسے کاموں سے سماج کا نام بدنام کیا جا رہا ہے۔

ہم کو ایسی کارروائیوں سے ذاتی طور پر کوئی تعلق نہیں ہمگر سماج کو زندہ سوسائٹی سمجھکر کچھ نہ کچھ لکھنا ہی پڑتا ہے۔ اور یقین کیجئے ہمکو سخت افسوس آتا ہے جبکہ ہم سماج کے کسی تاریک پہلو کی بابت کیوقت قلم اٹھاتے ہیں ہم جانتے ہیں اگر یہ بد بخت بالعوض دوسروں کی عیب جوئی کے اگر کسی مفید کام میں اپنی لیاقت کو صرف کرتے تو کتنا اچھا ہوتا مگر ان کی ذات سے ایسی امید نہیں یہ تو مکھی کی طرح غلاظت ہی کی تلاش میں رہیں گے انکو کسی کی بھلائی سے کیا کام وہ کسی وجہ سے شخش ہوئی نہیں کہ خواہ مخواہ جھوٹے الزام گھڑنے شروع ہوئے جب پبلک لائف میں عیب نہیں نظر آتا۔ تو پرائیویٹ لائف میں عیب دکھلانے کی کوشش کیجاتی ہے جب پبلک لائف اور پرائیویٹ لائف دونوں پاک صاف نظر آتے ہیں۔ تو فرضی تہمت جھوٹے الزام وغلط افواہیں پھیلائی جاتی ہیں۔ تاکہ کسی طرح وہ عوام نظروں سے گر جائے۔ اور اسکو وہ عزت نہ ملنے پاوے۔ حیف باشد کہ ہنرمندان بمیرند وبے ہنران جائے ایشان گیرند اپنے میں تو اتنی لیاقت نہیں کہ پبلک کے اعزاز کو حاصل کریں دروازہ بند کرکے حسد اور محض بغض للہی کیوجہ سے انکی بری طرح خبر لینے لگجاتے ہیں جنہوں نے پبلک میں کسی قسم کی نمود یا شہرت حاصل کرلی ہے۔ الخ“)

یہ مضمون بجائے خود سماجیوں کی حالت کا پورا فوٹو ہے اسلیئے ہمیں اسپر کسی حاشیہ چڑھانیکی ضرورت نہیں

راقم۔ م۔ م۔ اے سوہدری از لاہور

ٹرکی اور کریٹ

یہ جوان ترک سلطنت عثمانیہ کے نقصان سے کسی اور الحاق پر رضامند ہوتے دکھلائی نہیں دیتے جب آسٹریا نے بوسنیا اور ہرزیگووینا کا الحاق کر لیا۔ اور بلگیریا نے اپنی آزادی کا اعلان دیدیا یہ تو ایک قدرتی بات تھی۔ کہ جزیرہ کریٹ کی یونانی پارٹی کو اس بات کا خیال پیدا ہوتا کہ اسے یونان سے ملحق کریکا یہ عجیب موقعہ ہے۔ یونان بھی عرصہ دراز سے الحاق مذکور کا متمنی چلا آتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں جنگ ٹرکی و یونان کی یہی وجہ تھی۔ اسی کی ریشہ دوانیوں سے کریٹ شرسالاں تک مصدر ہنگامہ و شورش رہا۔ تا ۱۸۹۸ء میں روس انگلستان فرانس واٹلی نے کریٹ کو سلطان کی سرپرستی میں آزاد کر دیا۔ کریٹ پر دولت عثمانیہ کی محض برائے نام سرپرستی ہے ورنہ وہ کسی قسم کا خراج ادا نہیں کرتا ۱۹۰۶ء میں شاہ یونان کو ہائی کمشنر کریٹ مقرر کرنیکا اختیار دیا گیا بس اب جزیرہ مذکور کے الحاق میں صرف ایک ہی قدم باقی رہگیا تھا۔ اور رعایات مذکور سے یونان کے حرص وآز کے دانت اور تیز ہوگئے تھے سابق ناظم وزارت ... بالائے طاق رکھکر کامل الحاق کا ارادہ کیا اس اثنا میں ٹرکی نے بھی اندرونی اصلاح سے اپنی حالت درست کرلی اور وہ آسانی سے اس جزیرہ کو یونان کے قبضہ میں دیدینے کیلئے آمادہ نہیں معلوم ہوتی حال ہی میں توفیق پاشا نے برلن میں دوران ملاقات میں کہا کہ

کسی ایسی تحریک کا نتیجہ کہ دولت عثمانیہ کریٹ کو یونان کے حوالے کرے جنگ ہوگا ریوٹر اب مطلع کرتا ہے۔ کہ سرعت بین الاقوام سپاہ کریٹ سے واپس بلائے کیجائیگی خود ٹرکی ہی سپاہ مذکور کی جلدی کے خلاف تھی؟

کلام الامام امام الکلام

(منقول از بیاض اکبر اکبر نجیب آبادی)

ـــــ میں پندرہ سولہ برس تک ایک غیر مسلم کا نوکر رہا۔ (شاید مہاراجہ کشمیر مراد ہیں) مجھکو قطعاً ایک مرتبہ بھی سلام نہ کرنا پڑا۔ صرف ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ تمام اہل دربار کو نذریں دکھلانی لازمی تھیں۔ نذر دکھلانا بھی ایک قسم کا سلام ہی ہے۔ سو وقع کچھ ایسا ہی تھا۔ کہ میں نے بھی نذر دکھلانے کا عزم کیا۔ روپیہ یا اشرفی ہاتھ میں لیکر جبکہ میں نذر دکھلانے والا تھا۔ ویسے ہی بلا کسی خیال کے میری نذر روپیہ پر پڑی میں ہتھیلی پر روپیہ لیے ہوئے خود ہی اُس کو دیکھنے لگا۔ کہ اتنے میں راجہ نے مجھکو آواز دیکر کہا۔ کہ مولوی صاحب! آپ نذر دکھلاتے ہیں یا روپیہ کو دیکھتے ہیں؟ میں نے کہا کہ مہاراج! روپیہ کو دیکھتا ہوں کہ یہ روپیہ ہی ہے۔ جس کی وجہ سے مجھکو اس وقت نذر دکھلانے کی ضرورت پیش آئی یہ سنکر مہاراج نے فوراً کہا۔ کہ ہاں! آپ کو نذر دکھلانے کی ضرورت نہیں۔ آپ نذر دکھلانے سے آزاد ہیں۔ سب ہنس پڑے اور اس طرح بات ہنسی ہی میں ٹل گئی۔ اور مجھکو نذر بھی نہ دکھلانی پڑی (۱۳ مئی ۱۹۱۰ء بعد نماز ظہر در مسجد مبارک)

ـــــ شیخ پور ضلع گجرات کے منشی میراں بخش صاحب اور محمد خان صاحب نے صبح علی الصباح روانگی کے لیے قبل از عشا اجازت چاہی (فرمایا) درود بہت پڑھا کرو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسلام اور قرآن کریم کے ہم تک پہنچانے میں کیسی کیسی کوششیں کی ہوں گی۔ اپنے عزیزوں کے خون پانی کی طرح بہا دیئے۔ اگر وہ بھی ہماری طرح سُست ہوتے۔ تو اسلام کیسے ہم تک پہنچتا؟ پس اتنے بڑے محسن کی شکر گذاری کا دل میں ضرور جوش پیدا ہونا چاہیئے۔ میں تو جب کبھی کسی کو بُت کے آگے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ جب کسی کو شراب پیئے ہوئے بدمست دیکھتا ہوں جب کسی زانی یا زانیہ کو دیکھتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ تو اس وقت میرے دل میں بڑا جوش درود پڑھنے کا پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ دین ہم تک نہ پہنچاتے تو ہم بھی ایسی غلط کاریوں میں مبتلا ہوتے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عنایات اور احسانات کا دھیان کر کے خدا تعالیٰ کی درگاہ میں دردِ دل کے ساتھ اور پورے جوش کے ساتھ اُن کے لئے دعا مانگنا۔ اور خدا تعالیٰ سے عرض کرنا کہ اے خدا تو ہماری طرف سے بہتر سے بہتر تحفہ اُن کی خدمت میں بھیج۔ تاکہ وہ کبھی کہیں کہ ہمارا کوئی امتی ہمارے لئے دُعاؤں میں لگا ہوا ہے۔ یہ ہی درود ہے۔ پھر درود کے بعد دوسری چیز استغفار ہے۔ پھر کم سے کم ایک مرتبہ تو قرآن شریف کا ترجمہ ضرور ہی پڑھ لو۔ فارسی ترجموں میں شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ اور اردو ترجموں میں شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبد القادر صاحب کے ترجمے بہت بابرکت ہیں۔ ترجمہ وہی اچھا ہوتا ہے۔ جو لفظی ہو۔ بہت سے برکت والے اور بہت سی کہانیاں وغیرہ فائدہ رساں نہیں چار شخصوں سے ہدایت کی امید بہت ہی کم ہو سکتی ہے۔ یہ چاروں شخص ہدایت سے محروم ہی رہتے ہیں۔ اول وہ جو بخیل ہو۔ اور اُس کو دوسروں کی تکلیف دیکھ کر مطلق رحم نہ آئے۔ دوم وہ جو مصیبت کے وقت خدا کو نہ پکارے۔ سوم وہ جو بدگوئی کرے۔ اور اُس کو دوسروں کے عیب بیان کرنے کی اور نکتہ چینی کی بہت عادت ہو۔ چہارم وہ جو خدا تعالیٰ پر ایمان نہ لائے اور اُس کی غیب الغیب ہستی کا قائل نہ ہو۔ ہمارے یہاں ایک دن رات کو عبد السلام (امیر المومنین کے صاحبزادہ دومین جو اُس وقت ان کے پاس ہی لیٹے ہوئے تھے) بھوکا سو گیا۔ آدھی رات کے بعد وہ جاگا۔ اور کھانے کو مانگا۔ اُس وقت گھر میں دودھ رکھا تھا۔ اُس سے کہا گیا کہ یہ دودھ پی لے۔ اُس نے ذرا مُنہ کو لگا کر کہا کہ یہ تو پھیکا ہے چنانچہ اُس کی ماں جلدی سے اُٹھیں۔ کہ میں مصری لاتی ہوں اب وہ اُٹھکر ڈھونڈتی ہیں۔ لیکن مصری کا پتہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ تھوڑی سی مصری میں نے رکھی تھی۔ وہ اس وقت نہیں ملتی۔ سوائے اُس کے اور کوئی چیز نہیں جس سے دودھ میٹھا کیا جاسکے۔ ہمارے گھر میں ایک لڑکا رہتا تھا جس کو ہم کھانا کپڑا وغیرہ دیتے تھے۔ وہ بھی جاگتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ تو تلاش کر۔ اُس نے بھی اُدھر اُدھر بہت تلاش کیا۔ مصری نہ ملی۔ عبد السلام کو بھی ضد چڑھی کہ بلا مصری کے دودھ ہرگز نہ پیونگا۔ چنانچہ اُس نے خوب رونا شروع کیا۔ تمام گھر بے چین تھا۔ اور ہر چند اُس کو بہلانا پھسلانا چاہا۔ لیکن وہ بدوں مصری کے رضامند ہی نہ ہوا۔ یہاں تک کہ روتے روتے تھک کر سو گیا۔ صبح کو جب ہم اُٹھے۔ تو اُس لڑکے کی جیب میں سے جو رات مصری کے تلاش کرنے میں شریک تھا۔ مصری کے ٹکڑے نظر آئے ہم نے اُس سے کہا کہ دیکھو۔ اگر تم رات ایک ٹکڑا دیدیتے۔ عبد السلام کی ضد پوری ہو جاتی اور اس طرح وہ دودھ پی لیتا لیکن تمہارے دل میں اُس کے اس قدر رونے اور ہم لوگوں کے بے چین ہونے سے ذرا بھی رحم نہ آیا۔ پنڈ دادنخان اور میانی کے درمیان ایک ندی ہے۔ میانی میں بھی ہمارا ایک گھر تھا۔ پنڈ دادنخان میں میں مدرس تھا۔ میانی سے پنڈ دادنخان آتے ہوئے دریا پر میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے دریا میں داخل ہوتے وقت اپنا تہ بند سر پر کھول کر رکھ لیا اور ننگا ہو کر چلنے لگا۔ ایک دوسرے شخص نے اُس کو بڑی ہی لعنت و ملامت کی اور نہایت سخت و سُست کہا۔ کہ ننگا ہو کر کیوں دریا میں جاتا ہے پہلے شخص کے پیچھے وہ دوسرا شخص بھی دریا میں داخل ہوا۔ جوں جوں وہ دوسرا شخص آگے بڑھتا گیا۔ پانی گہرا آتا گیا۔ اور وہ اپنا تہ بند اوپر کو اُٹھاتا گیا جب اس نے دیکھا۔ کہ پانی تو شائد ناف تک آئیگا۔ تو اس نے بھی اپنا تہ بند کھول کر سر پر رکھ لیا۔ اور پہلے شخص کی طرح بالکل ننگا ہو گیا۔ اس وقت میری سمجھ میں یہ نکتہ آیا۔ کہ جو شخص کسی دوسرے کی تحقیر کرتا ہے۔ وہ خود بھی اُسی قسم کی ذلت اُٹھاتا ہے۔ اگر وہ دوسرا شخص کپڑے کے بھیگنے کی پرواہ نہ کرتا اور ننگا نہ ہوتا۔ تو کوئی بڑے نقصان کی بات نہ تھی لیکن جس بات کے لئے اس نے دوسرے کی تحقیر کی تھی اُسی کا مرتکب اُس کو بھی ہونا پڑا۔ ہندوؤں میں۔ سکھوں اور دوسرے مذاہب میں آخر لوگ خدا تعالیٰ کے قائل اور ماننے والے تو ہوتے ہی ہیں۔ اگرچہ اس کے ناموں کا اور صفات کا

زق ہوتا ہے۔ لیکن بعض ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان کا ذات باری اور اس عالم الغیب ہستی پر قطعی ایمان ہی نہیں ہوتا ایسے شخصوں کو میں نے ہدایت پاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (۱۴ مئی ۱۹۰۹ء قبل از نماز عشا مسجد مبارک)

میں نے ایک شریر انسان کو دیکھا کہ وہ ایک بڑے والی ملک رئیس کے ہاں سررشتہ دار تھا۔ میں خوب جانتا تھا کہ وہ بڑی رشوتیں لیتا ہے۔ اور اکل بالباطل کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کو میں نے دیکھا کہ ایک عرضی رئیس کو نہایت عمدگی کے ساتھ سُنائی اور کہا کہ حضور یہ عرضی بہت قابل توجہ ہے۔ آپ کو اس پر ضرور خیال فرمانا چاہئے۔ اور عرضی دینے والے کی التجا پوری کرنی چاہئے۔ وہ مستحق رعایت ہے۔ یہ کہکر سو روپیہ نکال کر میز پر رکھدیئے۔ اور کہا کہ اس نے سو روپیہ مجھ کو صرف اسی کام کے لئے دیئے تھے۔ کہ میں اُس کی عرضی عمدگی کے ساتھ مناسب طور پر حضور کی خدمت میں پیش کروں۔ میں نے اُس کو مستحق پا کر اُس کا کام تو کر دیا۔ لیکن رشوت لینا تو بڑا گناہ کا کام ہے۔ یہ سو روپیہ جو اُس نے مجھ کو دیئے تھے۔ وہ حاضر ہیں داخل خزانہ ہو جائیں۔ وہ رئیس اُس سررشتہ دار سے بہت ہی خوش ہوا۔ اور اُس کی دیانت و امانت کی بڑی تعریفیں کرنے لگا۔ میں نے باہر نکل کر اُس سے کہا۔ کہ تُو تو بڑا احرا مخور ہے۔ میں تجھکو خوب جانتا ہوں۔ یہ آج تیری کیا حرکت تھی۔ مجھ سے کہنے لگا کہ مولوی جی بات یہ ہے اس طرح دو چار دن پہلے کا اور دو چار دن بعد تک کا کھایا ہوا سب پچ جائیگا۔ (۱۴ مئی ۱۹۰۹ء)

رہنمائے خالصہ

ماسٹر محمد یوسف صاحب نو مسلم سابق سورن سنگھ اپنا ذیل کا مضمون اخبار کے ذریعہ سے شائع کرانا اور ناظرین الحکم کو سکھ ازم کے متعلق واقفیت حاصل کرانا چاہتے ہیں۔ سارا مضمون ایکمرتبہ شائع نہیں ہو سکتا۔ بتدریج کئی مرتبہ کر کے پیشکش ناظرین ہوگا یہ مضمون دراصل ان کی کتاب اظہار حق کا تتمہ ہے۔

جاگو جاگو خالصہ نیند نہ کرو پیار

اے مترو! ایک طرف تو ہم قلت عمر کے شاکی ہیں۔ کہ ہماری عمر کے دن بہت تھوڑے ہیں۔ مگر دوسری طرف جو وقت ہے۔ اُس میں ہم ایسی بے باکیاں کر رہے ہیں کہ گویا ہماری عمر کا کہیں خاتمہ ہی نہیں۔ اے سکھ صاحبان آپ نے اپنے گرو کے واکوں (فرمانوں) کو بالائے طاق رکھکر اپنے آدگرو نانک دیو جی کی صدہا باتوں میں مخالف ہو رہے ہو۔ مثلاً شراب اور بھنگ پینا وغیرہ وغیرہ۔ مترو! برائے خدا۔ ذرا تو بچار کرو۔ کہ تمہارے گرو نے تم کو کونسا راستہ بتایا تھا۔ اور تم کس راستے پر جا رہے ہو۔ بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ ؎

ترسم نہ رسے بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

آپ کے آدگرو باوا نانک جی پکے مسلمان تھے۔ کیونکہ انہوں نے مکہ معظمہ کا حج کیا تھا۔ کلمہ اور درود طریق اسلام کے پابند تھے۔ جیسا کہ جنم ساکھیوں اور آدگرنتھ (سکھوں کی مذہبی پستک) سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس کا حوالہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آگے جا کر دونگا۔ علاوہ ازیں باوا نانک جی اولیاء اللہ اور بزرگان اسلام کی صحبت میں مدتہائے دراز تک رہے اور اسلامی ممالک میں ساری زندگی گذار دی اور قطب ربانی حضرت حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف واقع بغداد شریف پر جا کر خیر و برکت سے مستفیض ہوئے اور خواجہ عبد الشکور صاحب کے مزار واقع سرسہ پر چالیس روز متواتر چلہ کشی کی چلّے کا مکان عین مسجد اور مزار شریف کے متصل واقع ہے۔ تاکہ نماز باجماعت ہو سکے۔ لاکھوں سکھ سردار خیر و برکت سے مستفیض ہونے کے لئے دور دراز کا سفر طے کر کے وہاں پہنچتے ہیں حضرت شمس تبریز کے مزار شریف واقع ملتان میں چلہ کشی کی اور لفظ اللہ[۵] میر سنگ گئے اور بخارا واقع ترکستان میں بہت مدت ٹھیرے اور لاکھوں مسلمانوں کے درمیان نماز روزہ وغیرہ پنج ارکان اسلام کے پابند رہے۔ وہاں کے لاکھوں باشندے آج تک باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کو پکا مسلمان یقین کرتے ہیں۔ اور باوا نا صاحب کو باوا نانک ہندی یا باوا ننو صاحب کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ بعد ازاں کا باوا صاحب کابل کے نواح میں مدت تک رہے۔ اور علاقہ ہند میں حیات خان کی لڑکی سے باوا صاحب نے نکاح کیا۔ اور اُن مقامات (یعنی خواجہ سرائے اور قلعہ ہند) کے پٹھان ابتک باوا صاحب کو مسلمان یقین کرتے ہیں۔ حالانکہ پٹھان لوگ جو ایک خطرناک قوم ہے۔ کسی ہندو کو مسلمان کسی صورت میں نہیں کہہ سکتے۔ گو جان جائے۔ اور یہ خیال کرنا کہ اسلامی ممالک میں در پردہ منافق اور بد باطن ریاکار ہو کر اور اپنا پوتر دہرم بھرشٹ کر کے ناحق لوگوں کو دہوکا دیتے رہے تھے۔ اور رکابی مذہب والے ہو کر اور چند برس بے ایمان اور ناپاک دل رہکر مسلمانوں کا مال کھا کر شکم پُری کرتے رہے تھے۔ اور بعد ازاں ہندوستان میں آکر پھر ہندو ہوگئے۔ ایک ایسے بدبخت نا اہل دین و ایمان سے خارج کور باطن کی گپ یعنی لا اور لاف بے معنی ہے۔ جس کی نظر صرف ایک ہی ناہنجار آریہ میں نمودار ہے۔ جو مر کر سؤر بن گیا ہوگا۔ (لاحول ولاقوۃ) دراصل وہ موحد مسلمان نیک نہاد پکے پرہیزگار بزرگ اولیاء اللہ میں سے تھے۔ مترو! اگر آپ کو اس داس (نیاز مند) پر اعتبار نہیں ہے۔ تو برائے خدا آنکھوں سے تعصب کی پٹی اُتار کر جس نے تمہاری مجائبین

[۵] - یعنے اللہ میرے ساتھ ہے۔

ضروری اطلاع

اخبار الحکم اور کارخانہ مشین پریس وغیرہ کے ہر قسم کے انتظامی اور مالی معاملات کے متعلق خطوط کا جواب خریداران الحکم و خریداران تفسیر اور دیگر حضرات کی خدمت میں جناب اخویم ماسٹر محمد یوسف صاحب نو مسلم دیتے ہیں کہ شیخ یعقوب علی صاحب مالک ایڈیٹر واپس وارد دار الامان ہوں تحریر فرمائینگے ڈاک اور ویلیو وغیرہ کا کام اور اخبار کی روانگی کا انتظام وہی جانفشانی و سلیقہ کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ احباب مطلع رہیں۔ راقم شیخ محمد اسمعیل سرساوی عفی اللہ عنہ منیجر

نظروں کو ڈھنڈلا کر کے زمین کی طرف جُھکا رکھا ہے۔ اور کانوں کے پیتھے کھول کر سنو ؎

آنکھ اگر پھوٹے تو خیر کان ہی سہی
نہ سہی تو یوں ہی امتحان ہی سہی

اور باوا صاحب کے اسلامی مخالفوں کی شہادتوں کو ملاحظہ فرمایئے۔ برگ صاحب ترجمہ سیر المتاخرین جلد اول صفحہ ۱۱ کے ایک نوٹ میں ان کے اسلام کی ایک شہادت دیتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر ٹرمپ صاحب اپنے ترجمہ نمبر ۴۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ باوا نانک صاحب جنم ساکھی میں فرماتے ہیں۔ کہ نجات وہی لوگ پائیں گے۔ جنکی پناہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ کیا خالصہ جی اب بھی ماننے میں کچھ عذر ہے۔ بہر حال ہم وہی شہادتیں جس نے سکھ صاحبان کو نہایت گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے۔ انہیں کی کتب (گرنتھ صاحب و جنم ساکھی وغیرہ) میں سے شلوک اور شبد نقل کر کے لکھتے ہیں۔ یعنی باوا صاحب کا یہ مقولہ کہ بغیر شفاعت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نجات نہیں ملیگی۔ ایسی باتوں کو یقینی طور پر قبول کرنے کے لئے یہ قرینہ کافی ہے۔ کہ یہ تمام کتابیں سکھ صاحبان کی قلم سے نکلی ہیں۔ اور وہ کسی طرح اس بات پر راضی نہیں ہو سکتے تھے۔ کہ باوا صاحب کے اسلام کی نسبت کوئی اشارہ بھی ان کی کتابوں میں پایا جاوے۔ پس جو کچھ برخلاف ان کی کتابوں میں ابتک موجود ہے۔ یہ قوی دلیل اس بات پر ہے۔ کہ یہ باتیں باوا صاحب کی نہایت یقینی تھیں۔ اور بہت شہرت پا چکی تھیں۔ اس لئے باوجود وہ سخت مخالفت کے بھی پوشیدہ نہ کر سکے۔ اور نہ اپنی کتابوں سے مٹا سکے اور بہر حال ان کو لکھنا پڑا۔ اگر ان کا ورجہ ثبوت کم کرنے کے لئے یہ دوسری تدبیر ان کو سوجھی۔ کہ ان کے مخالف باتیں بھی لکھدیں۔ پس اس صورت میں وہ مخالف باتیں فرضی اور مشتبہ ٹھیریں گی۔ جو تعصب کے اغراض کی تحریک سے لکھی گئیں۔ اسی وجہ سے دانشمند انگریزوں نے باوا صاحب کے اسلام کا صاف اقرار کر دیا ہے۔ اور یہی نتیجہ نکالا ہے۔ کہ باوا صاحب درحقیقت مسلمان تھے۔

(باقی آئندہ)

رہبانیت
اور
اسلام

بقیہ گذشتہ سے گذشتہ

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے۔ جس نے عملی طور پر اس اصول کی تلقین کی۔ اور یہ بتایا کہ اخلاق نہ صرف ایک وجودی کیفیت کا نام ہے۔ بلکہ وہ ایک فطرتی چیز ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خدا نے اپنی رحمت کے سو ٹکڑے کئے۔ ان میں ننانویں ٹکڑے اپنے پاس روک لئے۔ اور ایک ٹکڑا زمین میں اُتارا۔ اُس کا نتیجہ ہے۔ کہ لوگ باہم مہربانی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ گھوڑا اپنے بچے پر سے اپنا گھر اٹھا لیتا ہے کہ اُس کو صدمہ نہ پہنچ جائے۔

لیکن صرف اس کا وجود کافی نہ تھا۔ اس لئے سب سے پہلے تمام عبادات کو اجمالی طور پر اس کے اظہار کا محل قرار دیا۔ فیاضی اور سخاوت کے لئے زکوٰۃ فرض کی۔ حج اور جماعت کو حسن صحبت اور حق رفاقت ادا کرنے کا بہترین ذریعہ قرار دیا۔ امساک عن الشہوات اور استغفار کے لئے ایک مہینہ کے روزے فرض کئے۔ اس کے بعد نہایت تفصیل کے ساتھ محاسن اخلاق کے تمام مظاہر بتائے۔ ان کے درجے قائم کئے۔ اور ہر ہر درجے کے لئے مناسب احکام جاری کئے۔

انسان کے تعلقات کی ابتدا باپ۔ ماں بھائی بہن۔ بی بی۔ اولاد سے ہوتی ہے۔ اسی بنا پر تدبیر منزل فلسفہ اخلاق کی ایک مستقل شاخ قرار دیگئی ہے۔ ان تمام تعلقات کے پیدا ہونے کے مختلف اسباب ہیں۔ ماں باپ کا تعلق محض تربیت اور پرورش کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کا فرض ہے۔ کہ اس کا معاوضہ حسن خدمت اور حسن محبت سے ادا کرے۔ چنانچہ جناب رسالت پناہ نے اسی بنا پر فرمایا۔

ایک آدمی رسول اللہ صلعم کے پاس آیا۔ اور پوچھا۔ کہ یا رسول اللہ میری حسن صحبت کا مستحق کون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری ماں۔ اُس نے کہا پھر کون؟ آپنے کہا تمہاری ماں۔ اُس نے کہا۔ پھر کون؟ آپ نے کہا تمہاری ماں۔ اُس نے کہا پھر کون؟ آپنے کہا تمہارا باپ!

جناب رسالت پناہ کے زمانے میں جہاد افضل الاعمال خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن جب ایک صحابی نے آپ سے جہاد کی اجازت چاہی۔ تو آپنے فرمایا کیا تمہاری ماں باپ ہیں؟ اُس نے کہا۔ ہاں! آپنے فرمایا ففیھما فجاھد یعنی اُنہیں کی خدمت میں جہاد کرو۔

عورتوں اور بچوں کی فطرتی کمزوری۔ ان کا طبعی ضعف اُن کے ساتھ حسن مراعات کی سفارش کرتا ہے اس لئے اُن کے متعلق یہ الفاظ فرمائے۔

شیشوں (عورتوں) کے ساتھ نرمی کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عورت مثل پسلی کے ہے۔ اگر سیدھا کرو گے۔ تو ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہو۔ تو اسی کجی کے ساتھ اُٹھا سکتے ہو۔

بچوں کی نسبت فرمایا۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں۔ جو ہمارے بچوں پر رحم اور بوڑھوں کی عزت نہ کرے۔

یتیموں اور بیوؤں کی حالت اس سے بھی زیادہ لطف و مراعات کی مستحق ہے۔ اس لئے ان کی حالت پر اور زور دیا۔

میں اور یتیموں کا کفیل جنت میں ان دونوں

انگلیوں کی طرح متصل ہوں گے۔

میں اور بیووں کا نفع رسان شخص جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔

عورتوں اور بچوں کے ساتھ جو تعلقات انسان کو پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ اگرچہ نہایت نازک ہیں۔ لیکن اس میں شبہ نہیں۔ کہ محاسن اخلاق کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ اس بنا پر اسلام نے خواہش اولاد و نکاح کو مسلمانوں کی خاص علامت بتائی۔

مسلمان وہ ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھ کی ٹھنڈک دے۔

بھائی کو بھائی کے ساتھ جو تعلق پیدا ہوتا ہے۔ وہ اگرچہ رحمی تعلقات کی بنا پر فطرۃً پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اسلام نے اس دائرہ کو اس قدر وسیع کیا۔ کہ غیروں نے غیروں سے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ مہاجرین و انصار میں مواخات کا سلسلہ اسی بنا پر قائم ہوا۔

یہ تمام تعلقات اگرچہ محاسن اخلاق کے بہترین مظاہر ہیں۔ تاہم چونکہ فطرتی ہیں۔ اس لئے ہر صحیح الفطرت شخص ان کو خوشگواری کے ساتھ قائم رکھنا چاہتا ہے۔ ان میں اسلام کا کارنامہ صرف اسقدر ہے۔ کہ اس نے اصلی فطرت کو ابھار دیا ہے۔ لیکن تمدن کی وسعت سے چند عارضی تعلقات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن میں فطرتی جذبات کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ صرف اخلاقی حیثیت سے اُن کی پابندی ضروری۔ خادم کا مخدوم کے ساتھ۔ بادشاہ کا رعایا کے ساتھ۔ ہمسایہ کا ہمسایہ کے ساتھ۔ مقیم کا مسافر کے ساتھ جو تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اسی قسم کا ہے۔ لیکن۔ لیکن اسلام نے ان عارضی تعلقات کو کو اس قدر خوشگوار اور مستحکم بنایا ہے۔ جس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی۔

خادم اور مخدوم میں جو تعلقات ہوتے ہیں۔ اُن کی نسبت یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ کہ ایک مدت کی ذلت اور مسکنت نے خود خادموں اور غلاموں کو یہ یقین دلا دیا ہے۔ کہ اُن کا درجہ اسی غیر مساویانہ برتاؤ کا مقتضی ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ یہ حالت طبیعت ثانیہ ہو گئی۔ اور اگر کوئی شخص اپنے خادم یا غلام کے ساتھ مساوات کا برتاؤ نہ کرے۔ تو اُن کو کوئی شکایت پیدا نہیں ہوتی جیسا کہ ہمارے زمانہ کے امرا کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ فطرت نہیں ہے۔ حقیقی فطرت یہ ہے۔ کہ انسان سب سے اعلیٰ تر ہو۔ یا کم از کم مساوات کا درجہ رکھتا ہو۔ اسلام نے غلام و آقا میں جو تعلقات پیدا کئے ہیں۔ ان میں اسی فطرت کا لحاظ رکھا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں۔ جن کا خدا نے تم کو مالک کر دیا ہے۔ پس اگر کسی کا بھائی اُس کے قبضہ میں ہو تو اُس کو اپنا سا کھانا کھلائے۔ اپنا سا لباس پہنائے۔ اس کی طاقت سے زیادہ اس کو تکلیف کام کی نہ دے۔ اور اگر دے تو اس کی مدد کرے۔

ہمسایہ کے متعلق فرمایا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جبرائیل مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ان سے سمجھا۔ کہ اس کو وراثت میں شریک کر دیں گے۔

اس پاکیزہ تعلیم کا یہ اثر تھا۔ کہ صحابہ کرام ہمسائیگی کے حقوق ادا کرنے میں کفر اور اسلام کی تفریق نہیں کرتے تھے۔

مجاہد سے روایت ہے۔ کہ عبداللہ بن عمرؓ کے گھر میں ایک بکری ذبح ہوئی۔ جب وہ آئے۔ تو فرمایا میرے یہودی ہمسایہ کو ہدیہ بھیجا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے۔ کہ جبرئیل جار کے بارے میں مجھے وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں سمجھا کہ اس کو شریک وراثت کرینگے۔

مقیم کو مسافر کے ساتھ محض عارضی اور چند روزہ تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ باایں ہمہ ابن السبیل کو زکوٰۃ کا مصرف قرار دیا۔ اور اُن کی مہمانداری کو شرط ایمان ٹھہرایا۔

شریح کعبی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ جو شخص خدا و روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے مہمان کی ضیافت کرے۔

بادشاہ اور رعایا کے درمیان جو وسیع تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اُن کی تشریح تو شخصی سلطنت کے زمانہ میں تو یہ کی جاتی ہے۔ کہ بادشاہ عیش مجسم ہو۔ اور رعایا کا مال و دولت اُس کے سامان آسائش میں صرف کیا جائے۔

اسلام کے زمانہ تک سامان اطراف عرب میں اسی قسم کی سلطنتیں قائم تھیں۔ لیکن اسلام نے بغیر کسی قسم کی مثال کے جمہوریت کی بنیاد ڈالی۔ اور بادشاہ کو رعایا کے مال کا۔ دولت کا اخلاق کا۔ علم کا۔ مذہب کا۔ قومیت کا۔ غرض ہر چیز کا ذمہ دار قرار دیا

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم میں ہر ایک گلہ بان ہے اور ہر ایک سے اُس کی رعیت کا سوال کیا جائیگا۔ امام راعی ہے اور اس سے سوال کیا جائیگا۔ آدمی اپنے اہل و عیال کا راعی ہے اور اس سے سوال کیا جائیگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی راعی ہے اور اس سے سوال کیا جائیگا۔ آگاہ رہو۔ تم میں ہر ایک راعی ہے۔ اور ہر ایک سے سوال کیا جائیگا۔

لیکن باوجود ان تمام تعلقات کے رہبانیت کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ فرض کرو۔ ایک شخص۔ باپ۔ ماں۔ بی بی۔ اولاد نوکر۔ غلام۔ ہمسایہ یا مسافر۔ بادشاہ۔ غرض ہر چیز کے ساتھ بہتر تعلقات رکھتا ہے۔ اُن کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ ان کی نفع رسانی میں مصروف رہتا ہے۔ مگر خود اپنے لئے کچھ نہیں کرتا۔ اس لئے یہ شخص اگرچہ ان تمام لوگوں کے اعتبار سے راہب نہیں ہے۔ تاہم اپنی ذات کے لحاظ سے وہ راہب ہی ہے۔ اس لئے اسلام نے خاص طور پر اس نکتہ کو بتایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خدا اس بات کو محبوب رکھتا ہے۔ کہ اپنے بندے پر اپنی نعمتوں کا اثر نمایاں دیکھے۔

غرض اسلام نے ان روشن احکام کی بنا پر اس رہبانیت کو مٹا دیا۔ جو یہود و نصاریٰ کی دنیا سازی کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔ اور آج بھی ہمارے موجودہ پیران طریقت تصوف کے پردے میں رہبانیت کے ذریعہ سے تمام دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونک رہے ہیں۔

عبدالسلام
متعلم دار العلوم

(الندوہ)

آریہ سماج

کو دعوے ہے۔ کہ ہم ویدوں کے سچے اور پکے عامل ہیں اور جس طرح ویدوں کو ہم نے سمجھا ہے۔ دوسرا اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچا۔ وید کیا ہیں؟ کہاں سے آئے؟ کہاں ہیں؟ ان کا صحیح صحیح ترجمہ کس کے پاس ہے؟ ان سوالوں کا معقول جواب اس وقت تک نہیں دیا گیا۔ یہ بحث اگرچہ بہت دلچسپ ہے۔ لیکن سر دست اس سے گذر کر یہ دیکھنا ہے کہ جن ویدوں کو دیانند جی نے سمجھا۔ اور اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے ذریعہ سے اُن کی تعلیم کو آریوں تک پہنچایا۔ اُن کی تعلیم کا لب لباب اور منشائے اصلی کیا ہے۔ اس وقت تک میں نے کوئی آریہ ایسا نہیں دیکھا۔ جو اس بات کے کہنے کی جرأت کر سکے۔ کہ ہم ستیارتھ پرکاش کی مندرجہ فلاں بات کو نہیں مانتے۔ حتیٰ کہ نیوگ جیسے بےغیرت سوز مسئلہ کو بھی بڑی خوشی سے مانتے اور شائد اس پر عامل بھی ہیں۔ ستیارتھ پرکاش کی تعلیم میں اخلاقی کمزوریوں اور تمدنی و معاشرتی معاملات کی قابل مضحکہ تعلیموں سے درگذر بھی کر لی جاوے۔ تو اس بات کو کوئی نہیں چھپا سکتا کہ ویدوں کا مصنف نہیں۔ تو ستیارتھ پرکاش کا مصنف ضرور کوئی ایسا شخص ہے۔ جس کو روحانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً ستیارتھ پرکاش کے چھٹے باب میں سوامی جی فرماتے ہیں۔ کہ "وکیل سلطنت اُسے کہتے ہیں جو نفاق میں میل اور آپس میں ملے ہوئے دشمنوں میں نفاق پیدا کر دے۔ اور ایسے کام کرے۔ کہ ان سے دشمنوں میں نفاق پڑے" پھر راجہ کی صفت بیان کرتے ہیں۔ کہ "جیسے کچھوا اپنے اعضاء کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ ویسے ہی وہ بھی اپنے نقص ظاہر نہ ہونے دے۔ جس طرح بگلا دھیان لگا کر مچھلی پکڑنے کی تاک میں رہتا ہے اُسی طرح دولت جمع کرنے کے خیال میں رہے۔ زور آور دشمن نزدیک آجائے۔ تو خرگوش کی طرح دور بھاگ جائے" پھر ایک جگہ آپ صلح کے معنے لکھتے ہیں۔ کہ "دشمن سے بظاہر صلح کرنا اور خفیہ طور پر اس کی مخالفت کئے جانا" ایسی اعلیٰ تعلیم دینے والے پیشوا کے پیروؤں اور کارکنوں سے جیسی توقع ہو سکتی تھی۔ وہی آریہ سماج کے ممتاز ممبروں سے ظہور میں آرہا ہے۔ آجکل تمام مذاہب میں بڑے گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ہر ایک مذہب کوشش کرتا ہے۔ کہ دوسروں کو نیست و نابود کر کے اپنے ہی نام کا ڈنکا بجائے۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر آجتک اس جنگ و جدل کی مثالیں ہر زمانہ میں پائی جاتی ہیں۔ جس طرح دو نقطوں کے درمیان خط مستقیم ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اس لڑائی میں ہمیشہ سچا مذہب صرف ایک اور اس کے مقابلہ میں مذاہب باطلہ بکثرت ہوتے رہے ہیں دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ شیطانی اور رحمانی گروہ میں ہمیشہ سے جنگ و جدال کا سلسلہ جاری ہے۔ اور یہ حق و باطل کی کشتی قدیم سے ہوتی چلی آئی ہے۔ باطل اگرچہ آخر حق کے سامنے شکست پاتا اور مغلوب ہو کر بھاگتا ہے۔ لیکن بےغیرتی کا لباس پہنکر پھر کسی دوسرے رنگ میں آموجود ہوتا ہے۔ چنانچہ باطل آجکل ایک نئے رنگ میں نمودار ہوا ہے۔ اور حق کے حمائتیوں کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کے امتحان کا ... وقت آیا ہے۔ باطل کے بہت سے مظہروں میں سے ایک آریہ سماج بھی ہے۔ اس گروہ کے چھٹ بھیّوں کو چھوڑ کر موٹے موٹے مشہور لیڈروں کو دیکھا جاتا ہے۔ تو وہ بھی اکثر اُسی طرزِ عمل میں بیٹھے ہی نظر آتے ہیں۔ جس کی شرفاء اور روشن خیال اشخاص سے توقع ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے آریہ ہموطنوں سے اس بات کی بڑی شکائت ہے۔ کہ وہ اُن اعتراضات کو جن کے جواب اُن کو اہل اسلام کی طرف سے بارہا دیئے جا چکے ہیں۔ بار بار دیدہ دلیری سے پیش کئے جاتے ہیں۔ اور ذرا نہیں شرماتے۔ اپنی مرغی کی ایک ہی ٹانگ کہے جانا۔ اور دوسرے کی بات پر ملتفت نہ ہونا ایک قابل شرم حرکت ہے۔ اور دنیا کی ہر ایک قوم اس کو موجب نفرین سمجھتی ہے دوسری شکائت جس کا اس وقت خصوصیت سے ذکر کرنا مقصود ہے۔ آریوں کی اپنی جھوٹی ثناخوانی ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا کوئی مشکل کام نہیں۔ لیکن جھوٹ کے اظہار اور دروغ گوئی کا پردہ فاش ہونے پر بھی نادم و شرمندہ نہ ہونا البتہ ایک عظیم الشان کام ہے اور اس پر ہمارے رقیب بجا ہیں۔ تو فخر کر سکتے ہیں۔ اس وقت ۱۰ جون کا اخبار آریہ گزٹ میرے سامنے ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ "غرضیکہ ہر ایک فرقہ کی آنکھ میں آریہ سماج ایک کانٹے کی مانند کھٹک رہا ہے۔ اور چونکہ اب یہ تمام فرقے دھارمک پہلو سے تو مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کیا زبانی مباحثہ سے اور کیا تحریر سے دونوں طرح سے یہ حضرت زک اُٹھا چکے ہیں۔ اس طرح سے تو آریہ سماج ایسے شیر کے مقابلہ میں آنا یہ اپنی موت کو بذات خود مدعو کرنا سمجھتے ہیں"

اسی قسم کی ہرزہ درائی سے کئی کالم سیاہ کئے ہیں۔ میرا تو خیال ہے۔ کہ اگر آریہ سماج میں کچھ باغیرت اور باحمیت روحیں موجود ہیں۔ تو وہ اپنے اس شیخی باز ایڈیٹر اخبار کی جھوٹی اور قابل مضحکہ باتوں کو سُن کر خود ہی اپنے دل میں پانی پانی ہوئی ہوئی جاتی ہوں گی۔ پھر آگے ایک مضمون نگار لالہ رام کشن صاحب بی۔ اے نے ثنائے خود بخود گفتن کا نمونہ اس طرح دکھایا ہے۔ کہ "دنیا کا کون سا علم و ہنر تھا۔ جس میں آریہ ورت طاق نہ تھا۔ ..... جو شخص اس دیش کے چرنوں کو چھوتا تھا۔ پوتر ہو جاتا تھا۔ دنیا میں اس وقت جسقدر سائنس کے کرشمے اور خیالات کی بلند پروازی نظر آتی ہے وہ آریہ ورت کی خوشہ چینی کا نتائج ہیں۔ ہم اہل یورپ کے استاد تھے۔ ..... جو سدھ بدھ اہل یورپ کو اب آئی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ وہ ہمارے بزرگوں کی شاگردی اور ہمارے بیش بہا علمی خزائن کے مطالعہ کے نتائج ہیں" ان لاف زنیوں اور لن ترانیوں کا حیرت ہے کہ کوئی جواب دے تو کیا ... دے اس قسم کی بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ڈینگیں مارنے کا کام میرے نزدیک ایک بھنگڑ خانہ کے چانڈو نوش سے اور بھی عمدگی کے ساتھ سرانجام ہو سکتا ہے۔ اس وقت تک ساری دنیا دھوکہ ہی میں رہی۔ کہ اہل یورپ کو مسلمانوں کا شاگرد اور خوشہ چین سمجھتی رہی اور اہل یورپ

بھی گویا دیوانگی میں مبتلا رہے۔ کہ اپنے آپ کو مسلمانوں کا تلمیذ یافتہ اور قرطبہ و اشبیلیہ وغیرہ کی اسلامی درسگاہوں کا زلہ رُبا سمجھتے رہے۔ آج لالہ رام کشن صاحب کی بدولت یہ عقدہ حل ہوا۔ کہ جو شُد بُد اہل یورپ کو اب آئی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ وہ لالہ صاحب کے بزرگوں کی پاٹ شالہ میں پہاڑے اور گنتی یاد کرنے سے آئی ہے۔ شائد اندر مہاراج یورپ کے ہزاروں طالب علموں کو کھیپ بادل کی سواری میں بٹھا کر بالا ہی بالا لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہمالیہ پربت پر لا کر اُتار دیا کرتے ہوں گے۔ اور جب وہ یورپ کے طالبعلموں کے گروہ ہمالیہ کی ویران و سُنسان گھاٹیوں میں چھپکے چھپکے لالہ جی کے بزرگوں کی شاگردی سے علمی خزائن پر اطلاع پا چکتے ہوں گے۔ تو ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہو کر یورپ کو واپس چلے جاتے ہوں گے اسی لئے آجتک اس اصل حقیقت سے دنیا ناواقف رہی۔ جواب لالہ رام کشن صاحب نے آریہ گزٹ کے ذریعہ سے ظاہر فرمائی ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ "علم جوتش ویدوں میں موجود ہے۔ اور ویدوں کے زمانہ سے ہندوستان میں ترقی کر رہا ہے۔" ساتھ ہی فرماتے ہیں۔ کہ "علم جوتش کی کوئی مکمل تاریخ موجود نہیں۔ جس سے ہر شخص اس علم سے واقفیت حاصل کر سکے اور نہ ہی علم جوتش کے استادوں کی ...... سوانح عمریاں موجود ہیں۔ جن سے ان کی زندگی اور تعلیم و تصنیفات کے مکمل حالات معلوم ہو سکیں۔" پھر لکھتے ہیں "آریوں کے علم جوتش میں آریہ بھٹ کے سے بڑھ کر اور کوئی مشہور نام نہیں یہ جوتش کے سب سے اوّل آچاریہ تھے۔" پھر انہیں آریہ بھٹ کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ "وہ ۴۷۶ء عیسوی میں پیدا ہوئے۔" آگے فرماتے ہیں۔ کہ "کپتان وارن صاحب آریہ بھٹ کو ۱۳۲۲ء میں ہونا بتلاتے ہیں۔" پھر فرماتے ہیں کہ "کب اور کہاں آریہ بھٹ نے پران تیاگ کئے۔ یہ ہم نہیں بتلا سکتے۔" اب ناظرین خود ہی اندازہ فرمالیں۔ اور لالہ جی کی عجیب و غریب منطق سے لطف اُٹھائیں۔ کہ علم جوتش ویدوں کے زمانہ سے برابر ہندوستان میں ترقی کر رہا ہے۔ لیکن آجتک نہ علم جوتش کے کسی اوستاد کا حال بتایا جا سکتا ہے۔ نہ کوئی تاریخ اس علم کی موجود ہے دیکھئے تو سہی دعوے کو کیسی بے نظیر دلیل سے ثابت کیا گیا ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ آریہ بھٹ سب سے بڑے اور سب سے پہلے استاد ہیں جن کا وجود لالہ صاحب کی خاطر زیادہ سے زیادہ اب سے چودہ سو سال پہلے مانا جا سکتا ہے۔ پس بقول لالہ رام کشن صاحب ویدوں کا زمانہ بھی چودہ سو سال کے قریب ہی ماننا پڑیگا۔ کیونکہ وہ فرما چکے ہیں۔ کہ ہندوستان میں علم جوتش ویدوں کے زمانہ سے ہے۔ میں لالہ صاحب کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ کہ انہوں نے ویدوں کے زمانہ کے متعلق ایک صحیح علم سے واقف ہونے کا مجھکو موقع دیا۔ ہندوؤں کی تاریخ دانی بھی قابل ستائش ہے۔ کہ سب سے مشہور اور ساری دُنیا کے استاد۔ ہند کے مایہ ناز آریہ بھٹ کی جائے وفات اور سن وفات تک کا پتہ نہیں چل سکتا۔ اور کسی محقق کے دل کا حوصلہ نہیں نکل سکتا۔ حالانکہ آریہ بھٹ کا زمانہ اگر بہت ہی قریب مانا جائے۔ تو سکندر سے بھی پانسو برس بعد کا زمانہ ہے۔ لالہ صاحب کا یہ تمام مضمون اسی قسم کے عجیب و غریب لطیفوں سے لبریز ہے میں کہاں تک عرض کروں۔ اگر درخانہ کس است حرفے بس است۔

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی

ایک ضروری اطلاع بعض دوستوں کے خطوط آتے ہیں۔ مگر چٹ نمبر کا حوالہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اُن کے حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی آئندہ براہ مہربانی چٹ نمبر ضرور دیا کریں۔ ورنہ حکم کی تعمیل نہیں ہو سکیگی۔ منیجر اخبار الحکم۔

ریویو

(رقمزدہ نائب افسر دار الکتب احمدیہ)

کشمیری میگزین لاہور سے کشمیری قوم کی خدمت بجالاتا اور جناب منشی محمد الدین صاحب فوق کی ایڈیٹری میں مشہور و معزز ماہواری رسالوں میں اپنے دم سے ایک کا اضافہ کرتا ہوا شائع ہوتا ہے۔ اپریل کا رسالہ جو میرے پیش نظر ہے۔ پچاس کے قریب صفحات پر لکھائی چھپائی اور کاغذ وغیرہ کے اعتبار سے اچھی حالت میں ہے۔ سالانہ قیمت عہ کچھ تھوڑی نہیں۔ لیکن زیادہ تر جن لوگوں کے ہاتھوں میں یہ رسالہ جاتا ہوگا۔ اور جن کی بے نظیر قومی خدمات بجالا رہا ہے۔ اُن کے لئے چار روپیہ سالانہ بھی سستا ہے۔ پنجاب کے مشہور موزون طبع اور کشمیریوں کے مایہ ناز خیال بند مسٹر اقبال کی عکسی تصویر اور سوانحعمری بھی اس اپریل کے رسالہ میں ہے۔ میں اپنے کشمیری دوستوں کو خصوصیت سے مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کو ضرور خریدیں۔ اُن کے لئے بڑے کام کی چیز ہے۔ حالاتِ اقبال لکھتے ہوئے حضرت فوق کو ایک بڑا بھاری مشابہ لگا ہے۔ کہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ "اقبال نے غالب کا رنگ اختیار کیا اور اس میں کامیاب ہو کر نکلے۔" چونکہ میں نے اقبال کی بعض نظموں کو اخباروں یا رسالوں میں دیکھا ہے۔ اس لئے میرا حضرت فوق سے اس خاص معاملہ میں متفق نہ ہونا کسی بدظنی پر مبنی نہیں ؎

روش و راہِ بتان از منِ سودا زدہ پرس
کہ مرا کار بایں قوم بسے افتاد است

حضرت فوق اگر ذرا دقت نظر کو کام میں لاتے۔ تو میرے ہم آہنگ ہو کر فرماتے ؎

مقابل اس رُخِ روشن کے شمع گر ہو جائے

سبادہ دہول لگئے کہ بس سحر ہوجائے

انشائے جدید

جناب عبدالسلام صاحب رفیقی ایڈیٹر رسالہ الرفیق

رفیقی صاحب نے اُن خطوط کو جو اُن کے دوستوں نے وقتاً فوقتاً اُن کے نام بھیجے۔ ایک جگہ کتاب کی شکل میں جمع کر کے انشائے جدید کے نام سے چھپوا کر شائع کیا ہے۔ ۱۴۴ صفحہ کے نہائت عمدہ کاغذ اور قابل تعریف لکھائی چھپائی کی کتاب چھ آنہ قیمت پر کچھ زیادہ گراں نہیں ہے۔ اگر حضرت رفیقی ان خطوط کی اشاعت سے صرف اپنی نمود و نمائش ہی اصل غرض ٹھہرا لیتے۔ تو پھر کسی کو یا کم سے کم مجھکو ہرگز رائے زنی کا موقعہ نہ ملتا لیکن چونکہ اس کتاب کے ذریعہ سے فن انشا پردازی کی خدمت اور شائقین فن کے لئے سہولت اصل غرض بتائی گئی ہے۔ اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ ریویو لکھتے ہوئے ناظرین کے لئے کسی ضرر رساں غلط فہمی کا احتمال باقی نہ رہنے دوں۔ یہ بات بلا خوف تردید نہائت جرائت سے کہی جا سکتی ہے۔ کہ مرزا غالب کے رقعات جو اردوئے معلّٰی اور عود ہندی کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ اُن کی ادائے بیان اور طرز تحریر آج تک ویسی ہی مقبول عام اور مطبوع انام ہے۔ جیسی کہ پہلے تھی۔ مرزا غالب کی انشاء پردازی و اردو نویسی کا چربہ ہزاروں لاکھوں نے اُتارنا چاہا۔ لیکن بہت ہی تھوڑے خوش قسمت جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ایک حد تک کامیاب ہو کر اہل ملک کے لئے نمونہ بنے۔ اور شائقین فن انشا پردازی کے لئے ان کی تحریریں سرمشق بہترین اور قطعات الجواہر ثابت ہوئیں بے تکلف دوستوں یا رشتہ داروں پر بذریعہ خطوط اظہار مافی الضمیر کر دینا کوئی دشوار کام نہیں۔ اور اس کام کے لئے ملک میں ضرورت سے بہت زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اب کسی تصنیف و تالیف کی مطلق ضرورت نہیں۔ ہاں ایسے خطوط لکھنا کہ جن کا ہر فقرہ جگر میں چٹکیاں لے اور جن کی ہر ایک ادائے بیان اور خوبی زبان پر کلیجہ ہاتھوں سے تھام لینے کی نوبت آ جائے۔ خدا تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ اور بڑے خوش قسمت ہیں۔ وہ چند با کمال جن کی اس مرتبہ اعلیٰ یار تک رسائی ہے۔ سو ایسے کاملوں کے کمالات خطوط نویسی تک ہرگز محدود نہیں۔ وہ جس عبارت۔ جس مضمون۔ جس کتاب کے لکھنے کو قلم اُٹھاتے ہیں سچے موتیوں کے دریا بہا دیتے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ مولوی محمد حسین آزاد۔ مولوی عبدالحلیم شرر۔ ڈپٹی نذیر احمد خان۔ اور شبلی نعمانی کے خطوط میں زبان کا وہ چٹخارا نظر نہیں آتا۔ جو اُن کی کتابوں آبحیات۔ ملک العزیز ورجنا۔ بنات النعش۔ الفاروق وغیرہ میں ہے۔ بس اسی طرح اعلیٰ درجہ کی خطوط نویسی سیکھنے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ کافی ہے۔ جو ادبی اعتبار سے شرف اعزاز و قبولیت رکھتی ہیں۔ صرف آداب و القاب وغیرہ مقتضیات کا بھی لحاظ ہو۔ تو اردوئے معلّٰی۔ عود ہندی سے بھی بڑھ چڑھ کر کوئی جدید انشا ہونی چاہئے۔ اس انشائے جدید میں تو صرف چند خطوں کے سوا باقی تمام خطوط ایسے ہیں جو اُن اشخاص کے لکھے ہوئے ہیں۔ جن کو نہ صرف زبان اردو کی اعلیٰ درجہ کی انشا پردازی سے بے خبری ہے بلکہ اُن کے تمام خطوط انشا پردازی اور زبان کی قابل مضحکہ غلطیوں سے پُر اور حضرت مرتب کی شان سخن شناسی پر حیرت انگیز اور بدنما داغ ہیں ؎

اے عندلیب ایں ہمہ دل بسمل است گرد گلستان
میانہ پروانہ آموختن پرواز را

انشائے جدید کے چند فقرے بطور نمونہ ملاحظہ ہوں

”ملے آپ نہ اور افسوس مجھ پر۔ وہاں جانے کے بعد میرے گھر سے سخت بیمار ہو گئے۔ سردار صاحب خوش اور راضی ہیں۔ شائد آپ نے پہلے کی طرح میرے پاس نہ آنا ہو گئے۔ آپ کا پچھلا خط کھو گیا۔ صابر حسین صاحب بٹیالوی منصور پوری کو مل لیں۔ گھوڑا ٹم ٹم (ٹمٹم کا گھوڑی) اب میں پھیر فرصت میں ہو گیا ہوں۔ کیونکہ سلسلہ منصفی صرف عارضی تھا۔ ۷۔ ستمبر کو از دار فنا بدار البقا رحلت کر گیا۔ ۱۹ اپریل صبح اسیجہ زلزلہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے اب انجمن کے بھی پچھلے دن آ گئے۔ فصلیں نہیں پختہ ہوئی ہیں۔“

پھر بعض مولویوں کی طرف سے ڈیئر مولوی۔ اور مائی ڈیئر نوبل برادر۔ اور ڈیئر مسٹر رفیقی وغیرہ القاب کچھ ایسے بے تکے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے گلاب کے تختہ میں سینڈا یا گیندے کی کیاری ہیں گر و ندہ۔ جن اشخاص کے لکھے ہوئے خطوط شائع کئے گئے ہیں۔ ان کی رضامندی بھی ضروری تھی۔ میرا خیال ہے۔ کہ بعض کاتب اپنے مکتوب الیہ کی اس جرائت سے کچھ خوش نہ ہوئے ہوں گے۔ ایک شخص احسان الحق بیرسٹر کی مفلوک الحالی جو انشائے جدید سے ظاہر ہوئی ہے۔ قابل رحم تھی۔ اگر وہ دریدہ دہن نہ ہوتے۔ اس انشا نے اُن کو بھی بدنام کیا۔ میرے دوست قاضی ظہور الدین اکمل کے بھی تین خطوط صفحات ۲۱ و ۴۱ و ۴۷ میں درج ہیں۔ جن میں پہلے خط کے اس فقرہ سے کہ ”میری زندگی آپ کی خط و کتابت کے ساتھ وابستہ ہے“ حضرت اکمل اور حضرت رفیقی کے زبردست تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرے خط میں جو ۲۹ مارچ ۱۹۰۵ء کا لکھا ہوا ہے۔ اکمل صاحب جناب منشی محمد افضل صاحب ایڈیٹر البدر کی وفات کا حال ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

”قادیانی جماعت کو اُس ایڈیٹر اخبار البدر کی ناگہانی وفات سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ طاعونی تپ تھا۔“ اس فقرہ کے لب لہجہ کے متعلق میں نے قاضی صاحب کو توجہ دلائی ہے۔ وہ خود اپنے اخبار بدر میں اس پر روشنی ڈالیں گے۔ اُن کو یہ بھی احتمال ہے۔ کہ شائد اس خط میں سے بعض فقرات انتخاب کر دیئے گئے ہیں۔ یہ ذکر صرف اس وجہ سے کیا گیا۔ کہ کسی مخالف کو جلد بازی سے قاضی صاحب کے لب و لہجہ پر نکتہ چینی کرنے کے باعث خفت نہ اٹھانی پڑے۔ میرے کسی تنگ نظر دوست کو یہ اعتراض ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ کہ میرا یہ ریویو اردو پنجابی کے مسئلہ میں اردو کے لئے مضر ثابت ہو گا۔ اور پنجابی کے حمائتیوں کو یہ کہنے کا موقعہ ملے گا۔ کہ اردو زبان جاننے والے ملک میں گنتی کے چند آدمی ہیں۔ اور اس کا سیکھنا بہت دشوار ہے۔ درحقیقت یہ ایک ایسا مغالطہ ہو گا۔ کہ جو شخص اس مغالطہ کو پیش کریگا۔ وہ اپنی سخت نالائقی اور اعلیٰ درجہ کی کوتاہ بینی و حماقت کا اظہار کریگا

میرے دوستوں کو یہ سمجھنا چاہئیے۔ کہ یہ کتاب انشائی جدید کوئی قابلِ نفرت یا لغو کتاب ہے۔ میں جرأت کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ اس کتاب کو وہ طلباء جو اردو انشاء پردازی اور خوشخط نویسی میں مشق کر رہے ہیں۔ خرید کر ہرگز نہ پچھتائینگے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ اٹھائینگے۔ میں نے بعض کمزوریاں صرف اس وجہ سے ظاہر کی ہیں۔ کیونکہ حضرت مرتب کے مرتبہ کو معمولی نہیں سمجھتا۔ درخواست یہ کہ وہ اس انشاء کا دوسرا حصہ ایسی احتیاط کے ساتھ ترتیب دیکر شائع کریں۔ جو اغلاط سے پاک اور ملک کے لئے زیادہ فائدہ رسان ہو۔

تقویم عمری

۱۸۸۲ء سے ۱۹۱۰ء تک سوا سو برس کی جنتری ہے۔ جس میں عیسوی ہجری فصلی۔ بکرمی سنین کی تاریخیں مندرج ہیں۔ بڑا ہی مفید پرچہ ہے۔ کلان تقطیع پر ڈھائی سو صفحہ کی کتاب ہے۔ میاں معراج الدین عمر صاحب مصنف سے نولکھا۔ لاہور کے پتہ سے خرید کر منگائیں۔ قیمت کتاب کے اوپر نہیں لکھی۔

جناب سید مہدی حسین صاحب مہاجر نے فتوح الغیب

فارسی کی ایک جلد لائبریری کے لئے عطا فرمائی۔ خدا ان کو جزائے خیر دے اور رضا کرے۔ اُن کے متعلقین جو اکثر علیل رہتے ہیں۔ خیر و خوبی کے ساتھ تندرست رہیں۔ آمین!

جناب منشی قاضی نور محمد صاحب قادیانی آپ انجمن

تشحیذ الاذہان کے سرِ دفتر اور تنخواہ دار اہلکار ہیں۔ آپ نے نہایت سیر چشمی اور دریادلی کو کام فرما کر دار الکتب احمدیہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں مرحمت فرمائیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔ احمدی کامن۔ معراجنامہ قادریار۔ وفات عیسیٰ علیہ السلام۔ دافع البلا۔ حقائق الموجودات۔ مذہب عشق ملک العزیز و رجاز تشریح الافلاک۔ فرہنگ گلستان۔ صرف میر۔ دستور المبتدی۔ رفیق۔ اخلاق احمدی۔

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۲۵ مئی ۱۹۰۸ع

مصائب و حوادث

میرے مضمون کے عنوان کو ملاحظہ کرتے ہی ہر ایک شخص کو ضرور خیال آویگا کہ ان سے تو کوئی فردِ بشر خالی نہیں۔ ابتدائے آفرینش سے ہی ان کا اور ہمارا ساتھ چلا آتا ہے۔ خوشی اور خورمی تو کبھی کبھی منہ دکھلاتی ہے۔ مگر یہ حضرت ہمہ وقت ہمارے مہمان بلکہ رفیق ہیں۔ خیر اتنی بات کو تو موٹے سے موٹا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ مگر اس کی فلاسفی اور ماہیت کو بہت ہی کم انسان ہیں جو جانتے یا جاننے کا شوق بھی رکھتے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کی درستی اور تکمیل کے لئے انواع و اقسام کے مصالح مقرر فرمائے ہیں جیسے کوٹنا۔ چھیلنا۔ جوش دینا پیسنا۔ چھاننا۔ جوڑنا توڑنا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ صرف جمادات اور نباتات کیلئے ہے۔ حیوانات کے سنوارنے اور سدھارنے کی خاطر اسپنے بار ہا چکر دیتے اور چابک مارتے دیکھا ہوگا۔ اور بھیڑیے پھراتے اور لگام چڑھاتے وغیرہ وغیرہ ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ تو اب سید کائنات اشرف المخلوقات حضرت انسان کی درستی اور فلاح تکمیل کے لئے تو اور بھی اعلیٰ درجہ کا ساز و سامان درکار ہوگا۔ جس کو دوسرے لفظوں میں مصائب اور حوادث بھی کہا جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلا ہتھیار اور اوزار تو جنس انسانی کے سنوارنے اور سدھارنے کے لئے شریعت اور قانونِ الٰہی کی پیروی اور پوری پوری اتباع رکھا اور مقرر فرمایا ہے۔ مگر جب حضرت انسان اپنی بدبختی اور شقاوت کے سبب اول تو اس کو چھوتا تک نہیں۔ اور اگر کچھ دیکھا دیکھی اور آبائی تقلید سے کچھ کاربند بھی ہوتا ہے۔ تو صرف برائے نام جس سے اصل مطلب اور مدعا تزکیہ اور تصفیہ اور طہارت کا حاصل ہونا مشکل بلکہ محال ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ حکیم کو مجبوراً دوسرا اوزار استعمال کرنا پڑتا ہے۔ یعنی تکالیف سماوی و ارضی اور دکھوں اور بیماریوں میں اس کو ڈال کر سارا کھوٹ اور کدورت نکال کر بالکل کھرا اور ستھرا کیا جاتا ہے اس میں بھی اگر توبہ و استغفار اور ندامت و شرمندگی سے رو دھو کر اپنے اوپر خود ایک قسم کی سزا عائد کر لیوے۔ تو اُن مصائب کو ہٹا لیا جاتا ہے۔ اب معلوم ہو گیا۔ کہ جس کو ہم بُرا اور مکروہ خیال کرتے ہیں وہ تو ہمارے لئے نہایت ہی مفید اور فائدہ مند چیز ہے۔ جزع فزع اور بے صبری اور گلہ و شکایت کی جگہ توبہ استغفار اور صدقہ و خیرات سے اس خدائی علاج کا استقبال اور آؤ بھگت کرنا لازم ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ ورنہ علاج کئے بغیر تو صحت ہونے تک وہ حقیقی خیر خواہ ڈاکٹر چھوڑنے کا نہیں۔ اور شکوے شکایت اور بے صبری اور گلہ گزاری کی سزا علیحدہ ملنے کی امید ہے۔ جس قدر کوئی شخص اعلیٰ رتبہ اور بلند مرتبہ کا انسان ہوتا ہے۔ اسی قدر زیادہ تر اس کا امتحان اور آزمائش ہوتی ہے۔ اس قاعدہ کلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اولیائے کرام اور انبیاء علیہم السلام کے حالات پڑھو۔ پھر آپ کو میرے اس مضمون اور مطلب کے تصدیق کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔ اور ہو کیونکر۔ ایک ایک اکبار کی سوانحعمری پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مصائب و حوادث کے نزول کے وقت عبادت الٰہی اور صدقہ خیرات اور حضور قلبی سے دعا اور توبہ و انابت میں مصروف ہو جانا چاہئیے۔ اور بزرگانِ سلف کے حالات کو غور اور تدبر سے پڑھنا لازم ہے۔ بفضل الٰہی اول تو وہ حوادث دور کئے جاوینگے۔ ورنہ کم از کم اطمینانِ قلب اور سکینت دل اور ٹھنڈک ایسی حاصل ہوگی۔ کہ مصائب مصائب معلوم نہ ہوں گے۔ بلکہ ان میں ایک حلاوت اور لذت اور سرور ملیگا۔ جو اور کسی طرح سے بھی ملنا محض ناممکن تھا۔ مگر ایمان حقیقی کا ہونا اور اللہ تعالیٰ سے پورا پورا تعلق شرط ہے۔

راقم

گلاب الدین رہتاسی مدرس گرلز سکول